نصرة

میگزین

نصرة میگزین شمارہ ۴۲

مئی/جون ۲۰۱۸ بمطابق

رمضان/شوال ۱۴۳۹ ہجری

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۷

ہمیں ایک بار پھر جمہوریت سے ڈسے جانے سے بچنا ہے اور نبوت کے منہج پر خلافت قائم کرنی ہے تاکہ بالآخر پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے

28 رجب - عالمی مہم برائے یوم سقوط خلافت

اپنی ذات کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ امت کے امور کی فکر کی جائے

سوال وجواب: جینیاتی (DNA) ٹیسٹ کی بنیاد پر بچے کا نسب

آخر کار امریکہ کے ایجنٹ اردوگان، روحانی اور پیوٹن کے چہرے بے نقاب ہو گئے

نصرة میگزین / شمارہ 42

مئی/جون 2018 بمطابق رمضان/شوال 1439 ہجری

اس شمارے میں

رمضان کا ایمان	اداریہ	1
تفسیر سورۃ البقرۃ 177	شیخ عطاء بن خلیل ابوالرَشتہ	2
اپنی ذات کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ امت کے امور کی فکر کی جائے	مصعب عمیر	4
ہمیں ایک بار پھر جمہوریت سے ڈسے جانے سے بچنا ہے	حزب التحریر	8
خلیفہ ٔراشد حضرت عمر بن خطابؓ کے باغ کے کچھ پھل	مجلہ الوعی	10
آخر کار امریکہ کے ایجنٹ اردوگان، روحانی اور پیوٹن کے چہرے بے نقاب ہو گئے	حزب التحریر	12
نہیں جنرل باجوہ، خلافت کوئی حسرت یا خواہش نہیں بلکہ ایک فرض ہے	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	15
فوجی توازن کی سوچ سے کیسے نجات حاصل کی جائے	عبدالمجید بھٹی	16
ہمارے دروازے پر موجود مدرسے پر بمباری کر کے بچوں اور قرآن کے نسخوں کو جلا دیا گیا	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	20
اسلام میں عوامی ملکیت کی فطرت اور ریاستی ذمہ داریاں	ڈاکٹر عاید فضل الشعراوی	21
جینیاتی (DNA) ٹیسٹ کی بنیاد پر بچے کا نسب	سوال وجواب	29
کیا سود (ربا) صرف چھ اقسام کی اشیاء میں وقوع پزیر ہوتا ہے	سوال وجواب	32
ملک شام کے شمال میں ترکی کے آپریشن "اولیو برانچ" کے پس پشت کیا عوامل ہیں	سوال وجواب	35
نبوت کے طریقے پر خلافت کی واپسی کے لیے حزب التحریر کی جدوجہد کا حصہ بن جاؤ	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	39

اداریہ: رمضان کا ایمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان کے دوران مسلمان ماضی کی شاندار کامیابیوں کو یاد کرتے ہیں۔ اس مہینے میں امت نے بظاہر انتہائی طاقتور اور ناقابل تسخیر دشمنوں کے خلاف زبردست کامیابیاں حاصل کیں۔ اس مہینے میں مسلمانوں نے بدر میں مغرور قریش، عین جالوت میں تاتاریوں اور حطین میں صلیبیوں کے خلاف کامیابی حاصل کی تھی۔ یہ تاریخی کامیابیاں مسلمانوں کے لیے فخر کا باعث ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہماری موجودہ صورتحال کی وجہ سے افسوس کا مقام بھی ہے۔

آج مسلمانوں کو فلسطین، مقبوضہ کشمیر، برما، یمن اور شام میں قتل کیا جارہا ہے اور ظلم وجبر کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ مسلمانوں کے دشمن امریکہ، بھارت اور یہودی ریاست اپنی وحشیانہ کاروائیوں میں اضافہ کرتے جارہے ہیں اور انہیں دندان شکن جواب نہیں دیا جارہا۔ اس بات کے باوجود کہ مسلمانوں کے پاس دسیوں لاکھ افواج اور دنیا کی معدنیات، توانائی اور زراعت کے وسائل کا ایک بہت بڑا حصہ ہے، ان کی جانب سے دشمنوں کو کوئی جواب نہیں دیا جارہا۔ اس سے بھی بدتر یہ ہے کہ مسلم دنیا کے موجودہ حکمران دشمن ریاستوں کے ساتھ گٹھ جوڑ، معاہدوں اور تعلقات کو معمول پر لانے کے ذریعے ہمارے دشمنوں کو تقویت پہنچارہے ہیں۔ آج یہ جاننا ضروری ہے کہ مسلمانوں کو ماضی میں فتوحات اور کامیابیاں ایمان اور اسلام کی حکمرانی کی وجہ سے حاصل ہوئیں تھیں کیونکہ اس کی بدولت ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا اور مدد حاصل تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کے امام کو 'راع' (نگہبان) اور 'جنة' (ڈھال) قرار دیا ہے۔ ہمارے ماضی میں ہم پر ایمان کی نعمت کی وجہ سے حاصل ہونے والا تحفظ بالکل واضح ہے اور آج اس کی غیر موجودگی کی وجہ سے ہم شدید خسارے کا سامنا کررہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے پہلے حکمران، ریاست کے سربراہ اور افواج کے سپہ سالار تھے۔ ان کے دور میں اسلام عالمی سطح پر نمودار ہوا اور خود کو بہت جلد اس مقام پر پہنچایا کہ اس وقت کی عالمی طاقتوں، روم اور فارس، کو چیلنج کرنے کے قابل ہوگیا۔ امت کے بہترین افراد، خلفائے راشدین نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کی اور ان کے نقش قدم پر چلے۔ خلافت راشدہ کے دوران ہر خلیفہ نے نئے نئے علاقے اسلام کی حکمرانی اور اس کے نفاذ کے لیے فتح کیے۔ خلفائے راشدین کے بعد بھی ہر دور میں مسلمانوں کو ایسے امام (خلیفہ) میسر رہے جنہوں نے اسلام کی بنیاد پر حکمرانی کی اور دشمنوں کے خلاف مسلمانوں کو یکجا رکھا۔ امام کی بیعت کی اہمیت اور اسلام کی بنیاد پر حکمرانی کے فرض کی ادائیگی سے ہر دور کے مسلمان اچھی طرح سے آگاہ تھے، لہٰذا انہوں نے اس فرض کی ادائیگی کو یقینی بنایا اور اس کی وجہ سے اللہ نے انہیں عزت عطا فرمائی۔

مسلمان ان ادوار میں بھی جب خلافت بہت کمزور تھی ایک بارعب قوت تھے۔ ہمارے پاس امام تھا جو ہم پر اسلام نافذ کرتا تھا، ہمیں یکجا رکھتا تھا اور ہماری پوزیشن کو مستحکم رکھتا تھا۔ امریکہ اپنے بحری جہازوں کو بحیرہ روم سے گزارنے کے لیے عثمانی خلافت کے الجزائر میں والی کو راہداری فیس ادا کیا کرتا تھا۔ فرانس نے مسلمانوں کے امام، سلیمان القانونی، کو مدد کے لیے پکارا کہ وہ اس کے قید بادشاہ کو رہائی دلوائے۔ برطانیہ ایک ڈرامہ نویس کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کی توہین پر لندن میں عثمانی خلافت کے سفیر سے معذرت کرنے پر مجبور ہوگیا۔

خلافت ایک خواہش نہیں ہے جیسا کہ جنرل باجوہ نے 54ویں میونخ سیکیورٹی کانفرنس کے سامنے دعویٰ کرتے ہوئے کہا تھا۔ اس سے کہیں بڑھ کر یہ آج ہماری اشد ضرورت ہے۔ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ نبوت کے منہج پر خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے سنجیدہ، مخلص اور انتھک جدوجہد کریں۔

ختم شد

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت-177

مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو رشتہ کی کتاب "التیسیر فی اصول التفسیر" سے اقتباس:

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾

[البقرة: 177]

"نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں۔ اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں۔ اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں" (البقرة:177)۔

ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالی نے مندرجہ ذیل باتوں کی وضاحت کی ہے: گزشتہ آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ نے اہلِ کتاب کے اختلافات کو بیان کیا کہ یہ لوگ الکتاب کے کچھ حصوں کو تو مانتے (ایمان لاتے) ہیں مگر کچھ کا انکار (کفر) کرتے ہیں۔ نیز یہ اس لحاظ سے بھی اختلاف کا شکار ہیں کہ اللہ کی نازل کردہ بعض کتابوں پر ایمان جبکہ بعض کا انکار کرتے ہیں اور ہر ایک خواہش کی پیروی میں اپنی من پسند بات پر ہی زور دیتا ہے۔ اب مذکورہ بالا آیات میں ان کے ایک اور اختلاف کا ذکر

نیکی یہ ہے کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور ہر قسم کے بھلائی کے کاموں میں اللہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو پورا کرو۔ نیکی یہ ہے کہ ہر حال میں صبر اور سچائی پر جمے رہو؛ غربت اور سختی (الباساء)، بیماری اور مصائب (الضراء)، جہاد اور دشمنوں کے ساتھ آمنا سامنا ہونے کے وقت میں (حین الباس)

فرماتے ہیں۔

ان اہل کتاب کے بہت سارے اختلافات میں سے ایک اختلاف یہ تھا کہ ہر ایک اپنے اپنے قبلے کی افضیلت جتلاتا تھا۔ نصاریٰ (عیسائی) کہتے تھے ہمارا قبلہ بہتر ہے ،یہود کہتے تھے ہمارا قبلہ بہتر ہے۔ اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا کہ 'بر' نیکی (جس میں تمام اقسام کے امور خیر اور طاعات شامل ہیں) کسی سمت یعنی قبلہ پر منحصر نہیں کہ کسی خاص سمت کی طرف منہ کرکے عبادت سے ہی نیکی حاصل ہو، بلکہ نیکی تو ایمان ہے، اعمال صالحہ ہیں، اور خالص اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پیروی ہے۔

پس نیکی یہ ہے کہ تم اللہ، روز قیامت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر ایمان لے آؤ، ایمان بھی راسخ اور غیر متزلزل ہو، شک وشبہ سے پاک اور خالص ہو۔ نیکی یہ ہے کہ ضرورت مندوں کو صدقہ دو اور رشتہ داری کے تعلقات کو جوڑو۔ نیکی یہ ہے کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور ہر قسم کے بھلائی کے کاموں میں اللہ کے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو پورا کرو۔ نیکی یہ ہے کہ ہر حال میں صبر اور سچائی پر جمے رہو؛ غربت اور سختی (الباساء) ،بیماری اور مصائب (الضراء) ،جہاد اور دشمنوں کے ساتھ آمنا سامنا ہونے کے وقت میں (حین الباس)۔

یہی نیکی ہے اور ان ہی صفات کے حاملین کو صدق اور تقویٰ والے کہا گیا ہے، ﴿**أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ**﴾ "یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو تقویٰ والے ہیں"۔ ان باتوں سے واضح ہوا کہ:

1: دو چیزیں اسلام ہیں؛

ا۔ ایمان؛ اس میں ہر وہ امر داخل ہے جس پر تصدیق جازم (قطعی یقین) کا مطالبہ کیا گیا ہے، یعنی اسلامی عقیدہ۔ اسلامی عقیدہ یہ ہے: ایمان باللہ، فرشتوں، اللہ کی نازل کردہ کتابوں، اس کے بھیجے ہوئے رسولوں، یوم الآخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان، جیسا کہ عمر بن خطابؓ والی حدیث میں آیا ہے جس میں جبرائیلؑ سے رسول اللہ ﷺ کے سوال وجواب کا ذکر ہے، اور جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات میں بیان کیا گیا۔

ب۔ احکام شرعیہ۔ ان کا تعلق اعمال کی ادائیگی اور عملی و قولی تصرفات کو شرعی احکام کے مطابق بجالانے کے ساتھ ہے۔

لہٰذا ایک مسلمان کی زندگی میں صرف انہی دو چیزوں سے درستگی آتی ہے؛ ایمان اور عمل صالح۔ جیسا کہ کئی آیات کریمہ میں آیا ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ "وہ جو ایمان لائے اور اعمالِ صالح انجام دیے" یعنی اسلامی عقیدہ پر ایمان اور شرعی احکام کی پابندی کی۔

2- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ﴿وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ﴾ "اور مال دیتے ہیں اس سے محبت کرنے کے باوجود"۔ 'عَلَى حُبِّهِ ' یعنی مال کے ساتھ محبت ہونے اور مرغوب ہونے کے باوجود اس کو خرچ کرتا ہے اور مالی صدقہ دیتا ہے اور اس قسم کا صدقہ اعلیٰ ترین صدقہ ہے۔ حدیث میں ہے: «أفضل الصدقة أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَأْمُلُ الْغِنَى وَتَخْشَى الْفَقْرَ» "بہترین صدقہ وہ ہے جو صحت اور تندرستی کی حالت میں دیا جائے، مال کی کچھ تنگی بھی ہو، مالدار بننے کی خواہش اور فقر کا ڈر بھی دامن گیر ہو" (بخاری 1330، مسلم 1713)۔

اللہ سبحانہ نے ﴿ذَوِي الْقُرْبَى﴾ 'رشتہ دار' کو مقدم کیا کیونکہ ان پر صدقہ کرنے میں ایک مزید فضیلت ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، «الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وعلى ذوي الرحم اثنتان» "کسی فقیر اور مسکین پر صدقہ ایک صدقہ ہے، اپنے کسی رشتہ دار کو صدقہ دینا دوگنا صدقہ ہے" (نسائی 2523، ابن ماجہ 1834، مسند احمد 17،218/4)۔

اس کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ضرورت مند لوگوں کی کچھ اصناف کا ذکر فرمایا: * ﴿وَالْيَتَامَى﴾ یعنی 'یتیم'، یہ وہ ہے جس کا والد بچپن میں اس کے بالغ ہونے سے پہلے وفات پاجائے۔

* ﴿وَالْمَسَاكِينَ﴾ یعنی 'ضرورت مند'، یہ وہ ہے جن کے پاس کوئی بھی مال نہ ہو یا اتنا مال بھی نہ ہو جو ان کی بنیادی ضروریات کھانا، لباس اور مکان کے لیے کافی ہو۔

* ﴿وَابْنَ السَّبِيلِ﴾ یعنی 'مسافر'، یہ وہ ہے جو اپنے وطن سے دور ہو جس کے پاس سفر کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے مال نہ ہو، اس کو مجازاً ﴿ابْنَ السَّبِيلِ﴾ کہتے ہیں۔

> لہٰذا ایک مسلمان کی زندگی میں صرف انہی دو چیزوں سے درستگی آتی ہے؛ ایمان اور عمل صالح۔ جیسا کہ کئی آیات کریمہ میں آیا ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ "وہ جو ایمان لائے اور اعمالِ صالح انجام دیے" یعنی اسلامی عقیدہ پر ایمان اور شرعی احکام کی پابندی کی۔

ابن السبیل کے معنی ہیں راستے کا بیٹا۔ سفر میں مسافر کا تعلق زیادہ تر راستے کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔

* ﴿وَالسَّائِلِينَ﴾ یعنی 'وہ جو مانگتے ہیں'، ایسے افراد جو اپنی ضروریات کے لیے لوگوں سے بھیک مانگتے ہیں۔ * ﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾ یعنی 'گلے چھڑنے کے لیے' یعنی غلاموں کو آزاد کرانے میں، یہاں کلمہ (في) 'کے لیے' استعمال کیا گیا ہے، جو ظرفیت (Adverb of place) کا معنی دیتا ہے، جس سے جگہ یا وقت مراد ہوتا ہے، اس سے اس بات پر دلالت مقصود ہے کہ غلاموں کو جو مال دیا جاتا ہے، وہ ادھر ادھر خرچ کرنے کے بجائے سارا کا سارا گردن کے لیے یعنی اپنے آپ کو آزاد کرانے کے لیے صرف کیا جائے، گویا ان کو دیے جانے والے مال کی جگہ یا دائرہ ان کی گردنیں اور ان کی آزادی ہے، بخلاف دیگر اصناف کے جن کا ذکر پہلے ہوا کہ ان کو دیا جانے والا مال وہ مختلف ضرورتوں میں خرچ کرتے ہیں۔

3- اللہ تعالیٰ نے صدقہ کا ذکر زکوٰۃ سے پہلے کیا جبکہ زکوٰۃ ایک فرض عمل ہے جس کا نمبر ادائیگی میں پہلے آتا ہے، مگر صدقہ کی فضیلت بتلانے کے لیے اس کو مقدم کرکے ذکر کیا تاکہ مسلمان صدقہ دینا نہ بھولیں اور فرض زکوٰۃ کو کافی نہ سمجھ بیٹھیں۔ بعض مسلمان ایسے ہوتے ہیں کہ آخرت کی سزا کے تصور کی وجہ سے ان کو فرض زکوٰۃ کی زیادہ فکر ہوتی ہے، وہ نفل صدقات کا اہتمام نہیں کرتے، جو واجب نہیں ہوتے مگر ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی بات کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لیے صدقات کا ذکر پہلے کیا گیا تاکہ اہل ایمان فرض زکوٰۃ پر بس نہ کریں بلکہ نفلی خرچ بھی اس کے ساتھ شامل کریں، اس میں بڑا اجر ہے، بالخصوص وہ مسلمان جو مال کے ساتھ محبت اور غربت کے خوف کے باوجود اس میں سے صدقہ دیں، جس کا مطلب ہے کہ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود اس نے نفل صدقہ دیا، اس انداز سے کہ وہ صدقہ دینے سے خود فقراء میں سے ہو جاتا ہے، یعنی اس کے ساتھ اتنا مال نہیں کہ اس میں سے خرچ کرنے کے بعد وہ مالدار رہے، مگر اس کے باوجود وہ نفلی صدقہ دیتا ہے، ایسا شخص نیکی اور تقویٰ کے بلند درجات پاتا ہے۔

بقیہ صفحہ 7 پر

اپنی ذات کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ امت کے امور کی فکر کی جائے

تحریر: مصعب عمیر، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب رجب 1342 ہجری میں خلافت کا انہدام ہوا تو اس کے بعد سے کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے آرہے ہیں کہ ہمیں امت کی مصیبتوں پر آنکھیں بند، مظلوموں کی چیخ و پکار پر کان بند اور موجودہ حکمرانوں کے کھلی بے راہ روی اور اللہ کی حدود کی پامالی پر خاموش رہنا چاہیے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ تقویٰ کا تقاضا ہے کہ سیاست سے اجتناب کیا جائے اور اپنی ذات کی اصلاح پر توجہ دی جائے اور حفظِ قرآن، تہجد کی پابندی، عمرہ کی ادائیگی، صدقہ و خیرات اور اس جیسے دیگر انفرادی اعمال کی رغبت اختیار کی جائے۔ لیکن اس قسم کا موقف اور طرزِ عمل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں نجات کے حصول کا طریقہ کار نہیں ہے۔ ہر گز نہیں، یہ کسی بھی طرح سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا طریقہ نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے اور خود کو آخرت میں جہنم کے عذاب کا حقدار بنانے کا باعث ہے۔ اپنی ذات کی اصلاح کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ آپ ایسی زندگی گزارنے لگیں کہ جیسے کسی جزیرے میں رہ رہے ہیں اور خود کو امت کی صورتِ حال اور معاملات سے لاتعلق کر لیں۔

اپنی ذات کی اصلاح پر توجہ دیتے وقت ہمیں رسول اللہ ﷺ کے غار کے ساتھی، اس دنیا میں آپ ﷺ کے وزیر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نصیحت پر غور کرنا چاہیے جن کے متعلق امام علیؓ نے فرمایا تھا، «خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ» "رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ابو بکر اور ابو بکر کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر عمر ہیں" (ابنِ ماجہ)۔ ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: "اے لوگو! تم اس آیت کی تلاوت کرتے ہو ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لاَ يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ "اے ایمان والو! اپنی فکر کرو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہِ راست پر ہو" (المائدہ: 105)، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو سزا دے" (ابو داؤد، ترمذی، نسائی)۔

ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: "اے لوگو! تم اس آیت کی تلاوت کرتے ہو ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لاَ يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ "اے ایمان والو! اپنی فکر کرو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہِ راست پر ہو" (المائدہ: 105)، لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو سزا دے" (ابو داؤد، ترمذی، نسائی)۔

لہٰذا ابو بکر صدیقؓ نے آیت کی غلط تشریح کو مسترد کیا جسے تنہائی اختیار کرنے اور ظالموں کے مظالم کو نظر انداز کرنے کے لیے دلیل بنایا جاتا تھا۔ ایک متقی شخص خیر و بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور حکمران کے احتساب کے لیے تگ و دو کرتا ہے۔ یہی شخص سیدھی راہ پر ہے، اور جو اس کی بات پر کان نہیں دھرتے تو وہ اسے کسی صورت نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ سننے والے ہی غلطی پر رہتے ہیں۔ لہٰذا یہ تقویٰ کی نشانی نہیں نہ ہی یہ اپنی ذات کی اصلاح ہے کہ خلافت کی عدم موجودگی اور مسلم دنیا کے حکمرانوں کی طرف سے مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کو نظر انداز کر دیا جائے اور مظلوم مسلمانوں کی پکار کا جواب دینے سے غفلت برتی جائے۔ صدقات میں اضافہ یا بار بار عمرے حکمران کے محاسبے اور خلافت کے دوبارہ قیام کی ذمہ داری کا متبادل نہیں ہو سکتے۔

اپنی ذات کی اصلاح کی کوشش کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خود کو اسلام کے نظاموں پر گفتگو کرنے اور امت کے اُمور سے لاتعلق کر لیا جائے اور اس کا جواز یہ دیا جائے کہ ہم فتنے سے بچ رہے ہیں۔ آئیں ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خطاب کا جائزہ لیں جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَاتَّقُواْ فِتْنَةً لاَّ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمْ خَآصَّةً﴾ "اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے گنہگار ہیں" (الانفال: 25)۔ یہ آیت بیان کر رہی ہے کہ فتنے کا شکار صرف گناہ گار اور شیطانی کام کرنے والے ہی نہ ہوں گے بلکہ اس کا شکار باقی لوگ بھی ہوں گے اگر وہ گناہ کو روکنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جیسا کہ امام احمد نے بیان کیا کہ مطرف نے کہا

"ہم نے زبیرؓ سے پوچھا: اے ابو عبداللہ کیا مقصد آپ کو یہاں (جنگ جمل کے لیے) لے آیا ہے؟ آپ نے خلیفہ (عثمانؓ) کو تنہا چھوڑ دیا تھا جنہیں قتل کر دیا گیا اور اب آپ ان کے خون کا بدلا لینے کا مطالبہ لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے وقت یہ تلاوت کیا کرتے تھے **﴿وَاتَّقُواْ فِتْنَةً لاَّ تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنكُمْ خَآصَّةً﴾** 'اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں'، ہمیں اس بات کا گمان نہیں تھا کہ یہ آیت ہمارے ہی متعلق ہے جب تک کہ یہ فتنہ ہم تک پہنچ نہیں گیا"۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت خصوصی طور پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے متعلق ہے پھر فرمایا کہ اللہ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے درمیان بدی کو پھلنے پھولنے سے روکیں تاکہ اللہ انہیں فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔ امام احمد نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زوجہ اُمّ سلمہؓ نے فرمایا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: **«إِذَا ظَهَرَتْ الْمَعَاصِي فِي أُمَّتِي، عَمَّهُمْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ»** اگر گناہ میری امت میں پھیل گئے تو اللہ انہیں سزا کے گھیرے میں لے لے گا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ان کے درمیان اس وقت نیک لوگ موجود ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: ان کا کیا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **«يُصِيبُهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ، ثُمَّ يَصِيرُونَ إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ»** وہ بھی لوگوں کے ساتھ مصائب کا شکار ہوں گے لیکن انہیں اللہ سے معافی اور اس کی رضا مل جائے گی"۔ امام احمد نے بیان کیا کہ جریرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي، هُمْ أَعَزُّ وَأَكْثَرُ مِمَّنْ يَعْمَلُ بِهِ، ثُمَّ لا يُغَيِّرُونَهُ إِلا أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ»** "کوئی بھی ایسے لوگ کہ جن کے درمیان گناہ کیے جائیں جبکہ وہ گناہ کرنے والے لوگوں سے زیادہ طاقتور اور تعداد میں بھی زیادہ ہوں لیکن اس کے باوجود وہ انہیں روکنے کی کوشش نہ کریں، تو اللہ ان تمام لوگوں کو عذاب میں گھیر لے گا"۔ تو کوئی یہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ وہ حکمران کے گناہوں پر خاموشی اختیار کر کے فتنے سے بچ رہا ہے؟

> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے ورنہ خطرہ ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کر دے پھر تم اسے پکارو لیکن وہ تمہاری دعا قبول نہ کرے"

وہ کیسے اس گفتگو کو کمتر سمجھ سکتا ہے اور اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتا ہے جو امت کے مسائل اور حکمرانوں کی غداریوں اور ان مسائل کے حل کے متعلق ہو جبکہ اس کی ذمہ داری تو یہ ہے کہ وہ اس میں شریک ہو اور اس سے فائدہ حاصل کرے؟ وہ لوگ سیدھی راہ پر ہیں جو حق کے لیے کھڑے ہوتے ہیں چاہے اس کی وجہ سے انہیں آج کے حکمرانوں کے ظلم و جبر کا سامنا کرنا پڑے۔ ہم کیسے اپنے اعمال کو صرف امت کے لیے دعاؤں تک محدود کر سکتے ہیں اور بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے خود کو روک سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ ہمیں خبردار کیا ہے کہ ایسی خالی خولی دعائیں قبول نہ ہوں گی؟ امام احمد نے حذیفہ بن یمانؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلا يَسْتَجِيبُ لَكُمْ»** "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے ورنہ خطرہ ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کر دے پھر تم اسے پکارو لیکن وہ تمہاری دعا قبول نہ کرے"۔ امام احمد نے ابو الرقاد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: "میں نے حذیفہؓ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں کوئی شخص ایک لفظ کہتا اور اس لفظ کی بنا پر منافق بن جاتا۔ جبکہ اس قسم کے الفاظ اب میں تم میں سے کسی کے منہ سے ایک ہی محفل میں چار بار سنتا ہوں۔ بے شک تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اور اچھے اعمال کرنے کے لیے ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرو ورنہ اللہ تمہیں عذاب سے گھیر لیں گے یا تمہارے شریر لوگوں کو تمہارے پر رہنما بنا دیں گے۔ پھر تمہارے درمیان موجود متقی لوگ دعائیں کریں گے لیکن ان کی دعائیں قبول نہ کی جائیں گی"۔ تو ایک ایسے وقت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے جب ہمارے میں سے بدترین لوگ ہم پر حکمرانی کر رہے ہیں اور کوئی خلافت نہیں ہے کہ جہاں اسلام کو مکمل طور پر نافذ کیا جا رہا ہو؟ کیا ہم حکمرانوں کے گناہوں کو نظر انداز کر دیں کہ ایسا کرنے سے ہم مشکلوں اور مصیبتوں سے بچیں رہیں گے، تو ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ نعمان بن بشیرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خطاب فرمایا جس میں انہوں نے اپنی دو انگلیوں کو اپنے کانوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا **«مَثَلُ الْقَائِمِ**

عَلَى حُدُودِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا؛ كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا، وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا, فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيعًا» "اللہ کی حدود پر قائم رہنے والوں اور ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا، جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو کشتی کی اوپری منزل میں جگہ ملی اور بعض کو نچلی منزل میں۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے، انہیں(دریا سے) پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کر لیں تاکہ اوپر والوں کو ہم سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو ایسا(کشتی میں سوراخ) کرنے دیں گے تو اوپر اور نیچے والے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ روک لیں گے تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی"۔ تو کیا ہمیں لازماًان لوگوں کے خلاف آواز بلند نہیں کرنی چاہیے جنہوں نے پوری مسلم دنیا کو ذلت ورسوائی کے سمندر میں ڈبو دیا ہے جبکہ یہ امت ہر طرح کے وسائل سے مالا مال ہے؟

یقیناً اپنی ذات کی اصلاح ایسے ہو گی کہ امت کے اجتماعی امور میں خود کو مکمل طور پر مصروف کیا جائے اور اس دوران پورے اخلاص کے ساتھ ڈھیروں انفرادی عبادات کے ذریعے اللہ کا قرب تلاش کیا جائے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک عمل کیا جائے اور دوسرا چھوڑ دیا جائے یا یہ کہ جب ایک عمل پوری طرح ادا ہو جائے گا تو تب ہی دوسرا عمل کیا جائے گا بلکہ ان دونوں کو ایک ساتھ ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ تو خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ صدقات دیں اور اس کے ساتھ ساتھ خلافت کے قیام کے لیے پورے اخلاص کے ساتھ جدوجہد کریں یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان اللہ کے نظامِ عدل کا نفاذ ہو جائے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا﴿وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى

> تو خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ صدقات دیں اور اس کے ساتھ ساتھ خلافت کے قیام کے لیے پورے اخلاص کے ساتھ جدوجہد کریں یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان اللہ کے نظامِ عدل کا نفاذ ہو جائے

رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ﴾ "اور جو دے سکتے ہیں دیتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں(کہ نہ جانے اللہ نے ان کا یہ عمل قبول کیا ہو گا یا نہیں) کیونکہ انہیں یقین ہے کہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے"(المؤمنون:60)۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، «كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ» "ہر آدمی کے ایک ایک جوڑ پر صدقہ واجب ہے، اور ہر روز کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے اس شخص کو اجر ملتا ہے جو دو آدمیوں میں بھی انصاف کرتا ہے"(بخاری)۔ خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو چاہیے کہ وہ گناہوں کی مغفرت کے لیے تہجد کی نماز میں باقاعدگی کریں اور ساتھ ہی حکمرانوں کے گناہوں پر خاموشی اختیار کرنے کے گناہ سے بچیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:﴿تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾ "اُن کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں"(السجدة:16)۔ اور فرمایا، ﴿كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ * وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ "وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے"(الذاریات:18-17)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتَّى يَرَوْا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُونَ عَلَى أَنْ يُنْكِرُوهُ فَلَا يُنْكِرُوهُ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَذَّبَ اللَّهُ الْخَاصَّةَ وَالْعَامَّةَ» "اللہ عوام الناس کو چند خاص لوگوں کے (برے اعمال کے) باعث سزا نہیں دیتا ماسوائے کہ وہ اپنے درمیان برائی ہوتی دیکھیں اور وہ اسے روکنے کے قابل ہوں لیکن اسے نہ روکیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ خاص لوگوں اور عوام الناس دونوں کو سزا دے گا "(احمد)۔

یہ ٹھیک ہے کہ آرمی افسران قرآن کے حافظ بنیں کیونکہ قرآن کا حفظ کرنا قیامت کے دن دس رشتہ داروں کی شفاعت کا باعث ہو گا لیکن اسکے ساتھ ساتھ وہ کشمیر، افغانستان، برما اور فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے شہادت کے حصول کی تمنا بھی کریں جو روزِ قیامت ستر رشتہ داروں کی سفارش کا باعث ہو گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،«مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ، وَحَفِظَهُ

أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ، وَشَفَّعَهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ» " جس نے قرآن پڑھا اور اسے یاد کیا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، اور اس کے اہلِ خانہ میں سے دس ایسے افراد کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی" (ابنِ ماجہ)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **«لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللَّهِ سِتُّ خِصَالٍ يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دُفْعَةٍ مِنْ دَمِهِ وَيُرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَيُحَلَّى حُلَّةَ الْإِيمَانِ وَيُزَوَّجُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ إِنْسَانًا مِنْ أَقَارِبِهِ»** " اللہ کے ہاں شہید کے لیے چھ بھلائیاں ہیں ۱) خون کی پہلی ہی پھوار پر اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، اور جنت میں اس کو اپنا ٹھکانا نظر آجاتا ہے ۲) وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے ۳) وہ حشر کی بڑی گھبراہٹ سے مامون و بے خوف رہے گا ۴) اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جائے گا ۵) حور عین سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا ۶) اس کے عزیز و اقرباء میں سے ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی" (ابن ماجہ)۔ اور یہ ہونا چاہئے کہ آرمی افسران بار بار اللہ کے گھر عمرے کے لیے جائیں اور حج مبرور کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **«الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ تُكَفِّرُ مَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ»** " ایک عمرے کے بعد دوسرا عمرہ درمیان کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے اور حجِ مقبول کا بدلہ جنت ہی ہے" (ترمذی)۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں چاہئے کہ وہ جنت کی نعمتوں کے حصول کے لیے ان حکمرانوں کو ہٹائیں جنہوں نے انہیں باندھ رکھا ہے تاکہ وہ خلیفہ راشد کی قیادت میں جہاد کے لیے نکل سکیں کہ جو اعلیٰ ترین عمل ہے۔ کیونکہ ابو ذر سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل سب سے بہتر ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **«إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ»** " اللہ پر ایمان لانا اور اللہ عز وجل کے راستے میں جہاد کرنا" (نسائی)۔

ختم شد

بقیہ صفحہ 3 سے

مگر صدقہ کو مقدم کرنے سے یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ نفلی صدقہ کی فضیلت زکوٰۃ سے بڑھ کر ہے بلکہ یہ آیت زکوٰۃ اور صدقہ ادا کرنے میں نص ہے (کہ صدقہ اور زکوٰۃ دونوں ادا کیے جائیں) مگر اللہ سبحانہ نے صدقہ کی ترغیب دینے کے لیے اس کو مقدم کیا۔ نیز اس سے ایک مسلمان کی نفسیہ کی طرف اشارہ مقصود ہے جو اپنے پسندیدہ مال سے واجب مقدار سے زائدہ بھی خرچ کرتا ہے جبکہ خرچ کرنے میں اس کو فقر کا کھٹکا بھی ہوتا ہے۔

4-**﴿وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ﴾** "اور سختی اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں"۔ یہ بھی (لٰکن) کی خبر میں سے ہے، اور سابقہ **﴿وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا﴾** کی طرح اسے مرفوع ہونا چاہیے تھا۔ مگر یہاں ایک اور نکتہ ہے جس کی وجہ سے یہ مرفوع کی بجائے منصوب ہوا ہے، اور وہ نکتہ ہے صابر لوگوں کی خصوصیت و امتیاز کہ شدت اور تکلیف کے وقت صبر کرنے والوں کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے اور یہ عظیم درجہ ان کے لیے خاص ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی مدح و تعریف کرتے ہیں نیز ایسے لوگوں کو ہی بلند مرتبہ و مقام حاصل ہو گا جو ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے۔ اس لیے فرمایا: **﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾** " جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا" (الزمر:10)۔ عربی زبان میں اس قسم کے مواقع میں جب مرفوع کو منصوب بنایا جائے تو اس کو نصب بنا بر اختصاص کہتے ہیں، یہاں خصوصیت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ صرف ان کی مدح فرماتے ہیں اور درجات رفیعہ ان کے لیے ہی مخصوص ہیں۔

ختم شد

بقیہ صفحہ 9 سے

اے پاکستان کی افواج میں موجود مسلمانو!

اس بات کی اجازت مت دو کہ ہم ایک بار پھر جمہوریت سے ڈسے جائیں جبکہ آپ کے پاس یہ صلاحیت موجود ہے کہ آپ اسے چند گھنٹوں میں ختم کر سکتے ہیں۔ یہ بے شرم حکمران جمہوریت کے تسلسل کے لیے آپ کی مدد و حمایت پر انحصار کرتے ہیں جو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی اور تباہی و بربادی کا نظام ہے۔ ہماری افواج میں موجود مسلمانو، رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کے بنائے نظام کو اُن لوگوں کی حمایت سے محروم کر دیا تھا جن کی حمایت پر اُس نظام کی بقاء کا دار و مدار تھا۔ آپ ﷺ نے طویل سفر کیے، مشکلات برداشت کیں اور خود ذاتی طور پر ان جنگجو لوگوں سے ملاقات کی جن کا اسلحہ اُن کا زیور تھا اور اُن سے اس دین کے لیے نُصرۃ (مدد) طلب کی، اور ان سے پوچھا، **وهل عند قومك منعة؟** "کیا تم لوگ قوت مہیا کر سکتے ہو؟"۔ یقیناً آپ کے پاس قوت و طاقت موجود ہے، للٰہذا نبوت کے منہج پر خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کو نُصرۃ فراہم کریں تاکہ بالآخر پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔

حزب التحریر

ولایہ پاکستان

12 رجب 1439 ہجری

30 مارچ 2018

ختم شد

ہمیں ایک بار پھر جمہوریت سے ڈسے جانے سے بچنا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمران اور حزب اختلاف کی جماعتیں ایک بار پھر جمہوریت کے ایک اور دور کی تیاری کر رہی ہیں۔اِس بے کار جمہوری تماشے پر اربوں روپے ضائع کیے جائیں گے جبکہ اس تماشے کا نتیجہ مزید تباہی اور پاکستان کو اس کی صلاحیت کے مطابق آگے بڑھنے سے روکنے کی صورت میں ہی سامنے آئے گا۔ پاکستان کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے وسیع و عریض زمین، متفرق زرعی اجناس، نوجوان نسل ، بیش قیمت توانائی ، ان گنت معدنی وسائل، طاقتور افواج اور ناقابل تسخیر ایٹمی صلاحیت سے نوازا ہے اور یہ وسائل پاکستان کو یہ صلاحیت دیتے ہیں کہ وہ دنیا کی بڑی طاقتوں کی صف میں کھڑا ہو سکے۔ لیکن جمہوریت ہر مرتبہ ہمارے لیے نقصان کا باعث ہی بنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبردار کیا، **لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ** "مؤمن ایک ہی سوراخ سے دو بار ڈسا نہیں جاتا"۔ تو پھر ہم کیوں ایک بار پھر جمہوریت سے ڈسے جائیں؟ کیا ہمیں جمہوریت کی جگہ نبوت کے منہج پر خلافت کے قیام کی جدوجہد نہیں کرنی چاہیے؟

اے پاکستان کے مسلمانو!

ہم کیوں خود کو ایک بار پھر جمہوریت سے ڈسے جانے کی اجازت دیں جبکہ اِس نے ہمارے وسائل کو ہمارے دشمنوں کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دی؟ یہ جمہوریت ہی ہے جس نے سیاسی و فوجی قیادت کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ گہرے تعلقات استوار کریں، ان کے اتحادی بنیں، انہیں ہمارے راز فراہم کریں اور اُن کے احکامات کو نافذ کریں۔یہ جمہوریت ہی ہے جس نے ہمارے حکمرانوں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ نہ صرف امریکہ کو وہ ہوائی اڈے اور انٹیلی جنس مراکز فراہم کریں جن کے بغیر امریکہ کے لئے ہمارے خطے میں داخل ہونا ناممکن تھا بلکہ اس بات کی بھی اجازت دی کہ وہ امریکہ کی مدد و معاونت کے لیے اُسے پاکستان میں ایک وسیع نیٹ ورک قائم کرنے دیں۔یہ قلعہ نما سفارت خانہ اور قونصل خانے جو ملک بھر میں جاسوسی کا کام کرتے ہیں اور فوجی ساز و سامان کی بلا رکاوٹ فراہمی کے لیے زمینی و فضائی راستے اور امریکہ کے پرائیویٹ فوجی جنگجوؤں اور انٹیلی جنس اداروں کی موجودگی اُسی وسیع نیٹ ورک کا حصّہ ہیں۔

ہم کیوں خود کو ایک بار پھر جمہوریت سے ڈسے جانے کی اجازت دیں جبکہ اِس نے ہمارے وسائل کو ہمارے دشمنوں کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دی؟ یہ جمہوریت ہی ہے جس نے سیاسی و فوجی قیادت کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ گہرے تعلقات استوار کریں

امریکہ اِسی وسیع نیٹ ورک کو ہماری افواج پر "فالس فلیگ" (false flag) حملوں کے لیے استعمال کرتا ہے تاکہ ان حملوں کو جواز بنا کر پاکستان کی فوجی و سیاسی قیادت ہماری افواج کو امریکی جنگ لڑنے کے لیے قبائلی علاقوں میں بھیج سکیں۔اس طرح جمہوریت نے سیاسی و فوجی قیادت کو اس قابل کیا کہ وہ امریکی قبضے کو مستحکم کریں جس کے نتیجے میں امریکہ نے افغانستان کے دروازے مکمل طور پر بھارت کے لیے کھول دیے تاکہ امریکہ اور بھارت مل کر کرپٹ گمراہ لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر بلوچستان اور قبائلی علاقوں سمیت پورے پاکستان میں فتنے کی آگ بھڑکا سکیں۔

جبکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** "اللہ ان ہی لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں اوروں کی مدد کی۔ تو جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہی ظالم ہیں" (الممتحنۃ:09) ۔ لہٰذا یہ خلافت ہی ہوگی جو اس بات کی روک تھام کرے گی کہ ہمارے دشمن ہمارے وسائل کو ہمارے ہی خلاف استعمال کریں ۔ اور یہ خلافت ہی ہوگی جو آخرکار مقبوضہ کشمیر، میانمار (برما)، فلسطین اور شام کے مسلمانوں کی پکار کے جواب میں ہماری افواج کو حرکت میں لائے گی۔ تو کیا ہم پر لازم نہیں کہ ہم جمہوریت کو مسترد کر کے نبوت کے منہج پر خلافت کے قیام کے لیے جدوجہد کریں؟

اے پاکستان کے مسلمانو!

ہم کیوں خود کو ایک بار پھر جمہوریت سے ڈسے جانے کی اجازت دیں جبکہ یہی جمہوریت پاکستان کے وسیع وسائل کو موثر طور پر ہمارے مفاد میں استعمال کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہے حالانکہ یہ وسائل ہمیں ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں اور استعمار پر انحصار سے نجات دلا سکتے ہیں؟ یہ جمہوریت ہی ہے جس نے ہمارے توانائی کے بے پناہ وسائل اور وسیع معدنی ذخائر کو نجی ملکیت میں دینے کی اجازت دی جن کی مالیت سینکڑوں ارب ڈالر سے بھی زیادہ ہے۔ حالانکہ اسلام نے ان عظیم وسائل کو عوامی ملکیت قرار دیا ہے جن سے حاصل ہونے والی تمام دولت کو ہماری ضروریات پر خرچ کیا جانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ الْمَاءِ وَالْكَلَإِ وَالنَّارِ** "مسلمان تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں: پانی، چراگاہیں اور آگ (توانائی)" (مسند احمد)۔ یہ جمہوریت ہی ہے جس نے اسٹاک شیئر کمپنی کے ذریعے ایسی کمپنیوں پر بھی نجی ملکیت کی اجارہ داری کو یقینی بنایا جن کے لیے بھاری سرمایہ درکار ہوتا ہے جیسا کہ بھاری صنعتیں، بڑی تعمیراتی کمپنیاں، ٹرانسپورٹ، مواصلات اور ٹیلی کمیونیکیشن۔ حالانکہ اسلام نے کمپنی کی تشکیل کے لیے مخصوص قوانین دیے ہیں جن کی ذریعے نجی ملکیت کو محدود کیا گیا ہے اور بھاری سرمایے والی کمپنیوں (Capital Intensive Enterprises) میں ریاست کو زیادہ وسیع کردار عطا کیا ہے تاکہ ریاست ان شعبوں سے حاصل ہونے والی بے پناہ دولت کو لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کے لیے استعمال کرے اور دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کو بھی روکا جائے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ** "تاکہ (دولت) تم میں سے دولت مند لوگوں کے ہاتھوں میں ہی گردش نہ کرتی رہے"۔(الحشر: 7)

اور گویا ریاستی اور عوامی اثاثوں سے حاصل ہونے والی عظیم دولت کے فوائد سے محروم رکھنا کافی نہ تھا کہ اِس جمہوریت نے ہمارے غریبوں اور مساکین پر ٹیکسوں کا بوجھ ڈال کر ان کی کمر توڑ ڈالی ہے حالانکہ شریعت نے ان ٹیکسوں کو حرام قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ** "غیر شرعی ٹیکس لینے والا جنت میں نہیں جائے گا" (مسند احمد)۔

اور خرابی در خرابی یہ کہ اس جمہوریت نے حکمرانوں کو غیر ملکی سودی قرضے لینے کی اجازت دی جس کی وجہ سے پاکستان قرضوں کی دلدل میں دھنستا چلا جارہا ہے اور اُسے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک جیسے اداروں کی تباہ کن شرائط ماننا پڑ رہی ہیں جبکہ وہ اِن قرضوں کی اصل رقم کئی بار واپس کر چکا ہے

اور خرابی در خرابی یہ کہ اس جمہوریت نے حکمرانوں کو غیر ملکی سودی قرضے لینے کی اجازت دی جس کی وجہ سے پاکستان قرضوں کی دلدل میں دھنستا چلا جارہا ہے اور اُسے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک جیسے اداروں کی تباہ کن شرائط ماننا پڑ رہی ہیں جبکہ وہ ان قرضوں کی اصل رقم کئی بار واپس کر چکا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا** " اور اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے" (البقرۃ: 275)۔ تو کیا ہم پر لازم نہیں کہ ہم جمہوریت کی جگہ نبوت کے منہج پر خلافت کے قیام کے لیے جدوجہد کریں؟

اے پاکستان کے مسلمانو!

ہم کیوں خود کو ایک بار پھر جمہوریت سے ڈسے جانے کی اجازت دیں جبکہ یہ وہ نظام ہے جو حکمرانوں کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو پس پشت ڈالنے پر نوازتا ہے۔ حالانکہ اسلام میں عدلیہ کسی بھی حکمران کو، یہاں تک کہ خلیفہ کو بھی معزول کر دیتی ہے اگر وہ کھلے اور واضح کفر کو نافذ کرنے پر اصرار کرے، اور اس کے لیے نہ تو کوئی معافی ہے، نہ ہی کوئی استثناء ہے اور نہ ہی کوئی قانونی جوڑ توڑ اسے بچا سکتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا** "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں۔ پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹا دو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف (شرعی فیصلے) اگر تمھیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے" (النساء: 59)۔ تو کیا ہم لازم نہیں ہے کہ ہم جمہوریت کی جگہ نبوت کے منہج پر خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کے ساتھ جدوجہد کریں؟

بقیہ صفحہ 7 پر

خلیفۂ راشد حضرت عمر بن خطابؓ کے باغ کے کچھ پھل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب ابو بکرؓ انتقال کر گئے، تو عمر بن خطابؓ نے خلافت سے متعلق ایک تقریر کی جس میں انہوں نے فرمایا: "اے لوگو! میں رسول اللہ ﷺ کا خادم تھا، میں اُن کی تلوار تھا، میں ان کا کندھا تھا اور وہ جب کبھی سختی چاہتے تو اپنی اس تلوار کو بے نیام کرتے، جب آپ ﷺ کا وصال ہوا تو وہ مجھ سے خوش تھے اور میں بھی آپ ﷺ سے خوش تھا اور اس پر میں اللہ کی ہی حمد و ثنا بیان کرتا ہوں اور یہ میرے لیے انتہائی خوشی و سعادت کی بات ہے۔ اس کے بعد معاملات ابو بکرؓ کے ذمہ آ گئے۔ میں اُن کی سونتی ہوئی تلوار تھا، میں ان کا کندھا تھا اور وہ اپنی اس تلوار کو نکالتے جب وہ چاہتے تھے۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو اس وقت وہ مجھ سے خوش تھے اور میں بھی اُن سے خوش تھا اور اس پر میں اللہ کی ہی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ پھر معاملات پلٹ کر میرے ذمہ آ گئے ۔ اے لوگو! جان لو کہ اب میری سختی نرمی میں بدل گئی ہے۔ تاہم، میں اب بھی ظالم اور قانون شکن لوگوں کے لئے درشت اور سخت ہوں۔ جبکہ میں نیک اور راستباز لوگوں کے لئے اپنے گال کو فرش پر رکھ دوں گا۔ اے لوگو! مجھ سے پانچ چیزیں ضرور حاصل کرو۔ آپ کا مجھ پر حق ہے کہ میں آپ کے مال سے کچھ نہ لوں گا ماسوائے جس کا لینا برحق ہو، اور آپ کا مجھ پر حق ہے کہ میں اسے ویسے ہی خرچ کروں کہ جو بر حق ہو، اور آپ کا مجھ پر حق ہے کہ میں آپ کے عطیات اور وظائف میں اضافہ کروں، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اور آپ کا مجھ پر حق ہے کہ میں آپ کو تباہی کے حوالے نہ کروں اور جب میں جہاد کے لیے آپ کو بھیجوں گا، تو میں آپ کے بچوں کے والد کی طرح ہوں گا جب تک آپ واپس نہیں آ جاتے۔

خلیفہ عمر بن خطابؓ نے ایک والی (گورنر) کو مقرر کیا اور اس کو آزمانے کے لئے اُس سے کہا: **ماذا تفعل إذا جاءك الناس بسارق أو بناهب** "لوگ اگر کسی چور یا لٹیرے کو لے کر آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کیا کریں گے؟" اس نے کہا: أقطع يده "میں اُس کا ہاتھ کاٹ دوں گا"۔ آپؓ نے کہا: **إذًا إن جاءني من رعيتك من هو جائع أو عاطل فسأقطع يدك. يا هذا إن الله قد استخلفنا على خلقه لنسد جوعتهم، ونستر عورتهم، ونوفر لهم حرفتهم، فإن وفينا لهم ذلك تقاضيناهم شكرها. إن هذه الأيدي خلقت لتعمل، فإذا لم تجد في الطاعة عملًا التمستْ في المعصية أعمالًا، فأشغلْها بالطاعة، قبل أن تشغلك بالمعصية** "اگر کوئی جو آپ کی سرپرستی میں ہو میرے پاس آیا اور فریاد کی کہ میں بھوکا یا بے روزگار ہوں تو میں آپ کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ اے شخص، یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی مخلوق پر مقرر کیا ہے تاکہ ہم اُن کی بھوک کو ختم کریں، اُن کو پہننے کے لئے کپڑے دیں اور ان کی آمدنی کے لئے ذریعہ فراہم کریں اور اگر ہم ان کو یہ سب فراہم کرتے ہیں تو یہ لوگ ہمارے شکر گزار ہوں گے۔ ہمارے یہ ہاتھ کام کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں، اور اگر آپ اللہ کی اطاعت کے تحت کام نہیں کریں گے، تو آپ اللہ کی نافرمانی کے اعمال میں مبتلا ہوں گے۔ لہٰذا اللہ کی اطاعت میں اپنے آپ کو مصروف رکھیں، اس سے پہلے کہ گناہ آپ کو مشغول کر لیں"۔

خلیفہ راشد عمرؓ اپنی ذمہ داریوں کے بار سے آگاہ تھے، پس آپؓ نے فرمایا: **لست خيرًا من أحدكم، ولكنني أثقلكم حملًا، والله لو تعثرت بغلة في العراق لحاسبني الله عنها، لمَ لم تصلح لها الطريق يا عمر** "میں تم میں سے سب سے بہتر نہیں ہوں لیکن مجھ پر آپ سب سے زیادہ ذمہ داریوں کا بوجھ ہے۔ اللہ کی قسم! اگر عراق میں کسی سڑک پر کوئی خچر ٹھوکر کھاتا ہے تو اللہ مجھ سے اس کا حساب لے گا کہ اے عمر تم نے سڑک کی مرمت کیوں نہیں کی"۔

ایک مرتبہ جب سیدنا عمرؓ اور سیدنا عبد الرحمن بن عوفؓ مدینہ کے بازاروں میں گشت کر رہے تھے، تو انہوں نے مدینہ کے مضافات میں سفر کرنے والے ایک کارواں کو دیکھا۔ عمرؓ نے عبدالرحمنؓ سے کہا: آؤ اس کارواں کی حفاظت کریں۔ ابھی وہ یہ بات کر ہی رہے تھے کہ عمرؓ کو ایک بچے کی رونے کی آواز سنائی دی، تو وہ اُس بچے کی ماں کے پاس گئے اور ماں سے کہا اسے اپنا دودھ دو۔ ماں نے اسے اپنا دودھ پلایا۔ بچے نے پھر رونا شروع کیا، آپؓ نے کہا: اسے اپنا دودھ دو، ماں نے اسے اپنا دودھ پلایا۔ پھر بچے نے تیسری بار رونا شروع کیا تو وہ حیران ہوئے کہ وہ ماں جو کر رہی تھی وہ دودھ پلانا نہیں تھا۔ آپؓ نے کہا: **يا أمة السوء أرضعيه** اے بری ماں، اسے دودھ پلاؤ۔ اس پر ماں نے کہا: اس سے آپ کو کیا تشویش ہے کہ میں اسے ماں کے دودھ سے ہٹا رہی ہوں؟ عمرؓ نے پوچھا: کیوں؟ ماں نے جواب دیا: کیونکہ عمر صرف اُن بچوں کو وظیفہ دیتا ہے جو (اتنے بڑے ہو چکے ہوں) کہ ماں کے دودھ سے چھڑائے جا چکے ہوں۔ عمرؓ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا اور

خود سے کہا: تم پر افسوس ہے عمر کہ تم مسلمانوں کے کتنے بچوں کو ہلاک کر چکے ہو۔ جب آپؓ فجر کی نماز میں اپنے ساتھیوں کی امامت کررہے تھے تو آپؓ کے ساتھی آپؓ کے رونے کی وجہ سے آپؓ کی تلاوت نہیں سمجھ پارہے تھے۔ وہ دعا کررہے تھے اور کہہ رہے تھے: **ربي، هل قبلت توبتي فأهنئَ نفسي، أم رددتها فأعزيها؟** اے میرے پروردگار! کیا آپ نے میری معافی قبول کرلی ہے تاکہ میں اپنے آپ کو مبارکباد دوں یا آپ نے اسے مسترد کر دیا ہے تاکہ میں اپنے لئے تعزیت کروں؟ پھر آپؓ نے نئی ہدایات جاری کیں کہ ہر بچے کو پیدا ہوتے ہی وظیفہ فراہم کیا جائے گا۔

عمرؓ نے بعض گورنروں کو خط لکھا، جس میں کہا: **أما بعد، فقد نمي إلي أنه قد صار لك هيئة حسنة في مطعمك ومشربك، وملبسك، ومركبك، ومسكنك، ليست لعامة المسلمين، احذر يا عبد الله، أن تكون كدابَّة مرت بوادٍ خصبٍ، فجعلت همها في السِمَن، وفي السِمَن حتفها** " یہ میرے علم میں آیا ہے کہ آپ کے جسم اعلیٰ کھانے پینے، کپڑے اور اچھی رہائش کے ذریعہ بہترین ہو گئے ہیں مگر مسلم رعایا کو یہ میسر نہیں ہے۔ خبردار! اے اللہ کے غلامو! احتیاط برتو، کہیں تمہارا حال اُس چوپائے کی طرح نہ ہو جائے جو ایک زرخیز وادی سے گزرتے ہوئے اتنا کھا لیتا ہے کہ اس کا موٹاپا ہی اسے ہلاک کر دیتا ہے"۔ سیدنا عمرؓ نے بعض گورنروں کو ہدایت کی اور ان سے کہا: **لا تغلق بابك دون الناس، فيأكل قويُّهم ضعيفَهم** "لوگوں پر اپنے دروازے بند نہ کروکہ ان میں سے طاقتور کمزور کو کھا جائے"۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: **أريد أميرًا، إن كان أميرًا بدا وكأنه واحد من الناس من شدة تواضعه، وإن لم يكن أميرًا بدا وكأنه أمير من شدة هيبته، ومن شدة غيرته على مصالح المسلمين** "میں ایسا حاکم چاہتا ہوں، کہ جب وہ حاکم ہو تو وہ اپنی عاجزی کی انتہا کی وجہ سے عام لوگوں میں سے ہی ایک لگے۔ اور اگر وہ حاکم نہیں ہے، تو وہ اپنے انتہائی رعب اور مسلمانوں کے مفادات کے لئے اپنی انتہائی غیرت مندی کے باعث حاکم لگے۔

جس سال قحط پڑا اُس سال عمرؓ نے ایک طویل عرصے تک گوشت کھانے سے انکار کر دیا۔ ان کا پیٹ گڑگڑ کرنے لگا۔ توانہوں نے اپنے پیٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: **أيها البطن قرقر أو لا تقرقر، فوالله لن تذوق اللحم حتى يشبع منه صبية المسلمين** "اے پیٹ! تو گڑگڑ کرے یا نہ کرے، اللہ کی قسم تو گوشت کا مزہ نہیں چکھے گا جب تک کہ مسلمان بچوں کے پیٹ نہیں بھر جاتے"۔

عمرؓ کی خدمت میں کچھ عمدہ خوراک پیش کی گئی جس میں اونٹنی کے عمدہ حصے کا گوشت بھی تھا، تو آپ رونے لگے اور ارشاد فرمایا: **بئس الخليفة أنا إذا أكلت أطيبها، وأكل الناس كراديسها** "میں کتنا برا خلیفہ ہوؤں گا اگر میں اس اونٹنی کا بہترین گوشت خود کھالوں، جبکہ لوگ اس اونٹنی کی ہڈیاں کھائیں"۔ آذربائیجان کے عامل کا پیغام رساں عمرؓ کے لئے ایک خط لے کر مدینہ آیا، وہ آدھی رات کو مدینہ پہنچا تھا اور اتنی رات گئے عمرؓ کے دروازے پر دستخط دینا نہیں چاہتا تھا، لہٰذا وہ مسجد چلا گیا۔ اسے مسجد میں بہت اندھیرے میں ایک آدمی نظر آیا جو اپنے رب سے مخاطب تھا اور کہہ رہا تھا: **ربي، هل قبلت توبتي فأهنئَ نفسي، أم رددتها فأعزيها؟** اے میرے پروردگار کیا آپ نے میری توبہ قبول کرلی ہے تاکہ میں اپنے آپ کو مبارکباد دوں یا آپ نے اسے مسترد کر دیا ہے تاکہ میں اپنے لئے تعزیت کروں۔ پیغام رساں نے اس آدمی سے پوچھا: تم کون ہو، اللہ تم پر رحم کرے؟ اس آدمی نے کہا: میں عمر ہوں۔ پیغام رساں نے کہا: اے امیر المومنین، کیا آپ رات کو سوتے نہیں ہیں؟ آپؓ نے کہا، **إني إن نمت ليلي كله أضعت نفسي أمام ربي، وإن نمت نهاري أضعت رعيتي** "اگر میں پوری رات سوؤں گا تو اپنے نفس کو اپنے رب کے سامنے کمزور کر دوں گا اور اگر میں دن میں سوؤں گا تو لوگوں پر میری سرپرستی کمزور ہو جائے گی۔ پھر ان دونوں نے فجر کا انتظار کیا یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو گیا اور عمرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد عمرؓ نے پیغام لانے والے کو اپنے گھر کھانے کی دعوت دی، لیکن پہلے اُسے انتخاب کرنے کو کہا کہ وہ غریب مسلمانوں کے ساتھ کھانا پسند کرے گا یا ان کے گھر پر، تو اس نے عمرؓ کے ساتھ کھانے کا انتخاب کیا۔ جب وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو کہا: اے مومنوں کی ماں! ہمارے گھر کھانے میں کیا ہے؟ جواب ملا: اللہ کی قسم، ہمارے پاس روٹی اور نمک کے سوا کچھ نہیں ہے۔ عمرؓ نے کہا: ہمیں دے دو۔ جبکہ اسی دوران غریب مسلمان گوشت کھا رہے تھے۔ عمرؓ نے کھایا اور پیا، اور اس کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا : **الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا** "سب تعریفیں اللہ کے لیے ہی ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا"۔ پھر عمرؓ نے پیغام لانے والے پوچھا: یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ اُس نے کہا: میں آذربائیجان میں آپ

بقیہ صفحہ 14 پر

آخر کار امریکہ کے ایجنٹ اردوگان، روحانی اور پیوٹن کے چہرے بے نقاب ہو گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بدھ 4 اپریل 2018 کو روس،ایران اور ترکی کے صدور انقرہ میں اکٹھے ہوئے اور انہوں نے اپنا اختتامی بیان جاری کیا۔ اس بیان کے ظاہری الفاظ سے اور جو پیغام اس بیان میں پوشیدہ ہے اُس سے بھی یہ بات واضح ہو گئی کہ انہوں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ ہر صورت شام میں امریکی ایجنٹ کی حکومت کو بچانے اور اسلام کی حکمرانی کے لیے اہلِ شام کی جدوجہد کو روکنے کی مقدور بھر کوشش کریں گے۔

جہاں تک ترکی کے اردوگان کا تعلق ہے تو اُس نے پہلے بھی دھوکا دیا اور وہ بدستور مکاری کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ یہ اردوگان ہی تھا جس نے آپریشن درع الفرات (Operation Euphrates Shield) کی طرف جنگجوؤں کو بلایا، یوں حلب کا دفاع کمزور پڑ گیا اور وہ جنگجوؤں کے ہاتھ سے نکل گیا اور اُس پر بشار حکومت کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد آپریشن غصن الزیتون (Operation Olive Branch) میں اردوگان جنگجوؤں کو عفرین لے گیا جس سے جنوبی اِدلب اور پھر مشرقی غوطہ جنگجوؤں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ اردوگان نے شیلڈز (Sheilds) اور برانچز (Branches) کے نام پر مزید منصوبے تیار کر رکھے ہیں، یوں اب وہ جنگجوؤں کو اِدلب میں جمع کر رہا ہے، پھر ان کو کسی اور محاذ کی طرف لے جائے گا تاکہ ادلب بھی ضائع ہو جائے!

جہاں تک ایران کے روحانی-خامنئی کا تعلق ہے تو ان کی ملیشیا شام کے پہاڑوں اور میدانوں میں دندناتی پھر رہی ہیں جس میں ایرانی نیشنل گارڈ، لبنانی تنظیم اور دنیا جہان کی عسکری ملیشیا شامل ہیں۔ یہ سب شام کے سرکش حکمران کو بچانے کے لیے وسیع پیمانے پر قتلِ عام کر رہی ہیں۔

جہاں تک پیوٹن کا تعلق ہے تو اُس کی قتل وغارت گری کے جرائم سب کو نظر آرہے ہیں اور اُسے اردوگان یا روحانی-خامنئی کی طرح مکاری اور بہانہ بازی کی ضرورت ہی نہیں۔ اِن دونوں کو مکاری اور دھوکہ بازی اس وجہ سے کرنا پڑ رہی ہے کیونکہ یہ چلا چلا کر اپنی مسلمانی کا دعوی کرتے ہیں! جبکہ پیوٹن کو اس کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو اسلام اور مسلمانوں کا کھلا دشمن ہے۔

یہ تینوں شام میں امریکہ کے ایجنٹ کی سیکولر حکومت کو بچانے میں مصروف ہیں۔ یہ شام میں جرائم اور قتل وغارت میں اپنی پوری طاقت صَرف کر رہے ہیں بلکہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر طاقت استعمال کر رہے ہیں! وہ جانتے ہیں کہ یہ حکومت امریکی اثر میں ہے اور وہ اس حکومت کو بچانے کے لئے امریکہ کے کارندوں کے طور پر کام کر رہے ہیں

یہ تینوں شام میں امریکہ کے ایجنٹ کی سیکولر حکومت کو بچانے میں مصروف ہیں۔ یہ شام میں جرائم اور قتل وغارت میں اپنی پوری طاقت صَرف کر رہے ہیں بلکہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر طاقت استعمال کر رہے ہیں! وہ جانتے ہیں کہ یہ حکومت امریکی اثر میں ہے اور وہ اس حکومت کو بچانے کے لئے امریکہ کے کارندوں کے طور پر کام کر رہے ہیں تاکہ امریکہ کو مشرقی ایشیاء میں شمالی کوریا اور چین کے بحران سے نمٹنے کا موقع فراہم کریں۔۔۔ اگر ان کے پاس عقل ہوتی تو یہ اس کے برعکس راستہ اختیار کرتے مگر شیطان اپنے پیروکاروں پر مضبوط غلبہ رکھتا ہے!

یہ تینوں مجرمین ہوں یا ان کا پشت پناہ امریکہ ہو، یہ اپنی تمام تر مجرمانہ کوششوں کے باوجود اپنے پاؤں نہیں جما سکتے تھے اگر وہ مزاحمت کار گروپ ان کی پیروی نہ کرتے جنہوں نے وعدوں اور دھمکیوں کی پالیسی کی وجہ سے اور ناپاک پیسے کی وجہ سے ان کی پیروی کی۔۔۔ جی ہاں جی ہاں! اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ان مجرموں کے لیے اپنے پاؤں جمانا ممکن نہ ہوتا۔۔۔ اگرچہ حزب التحریر نے ان گروپوں کو بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بارے میں ان کی آنکھیں کھولنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی مگر انہوں نے مال اور اسلحے کی ضرورت کو اِن کی پیروی کرنے کے لئے بہانہ بنایا اور یہ کہ حزب کے پاس یہ سب کچھ نہیں ہے بلکہ وہ صرف ان کو نصیحت ہی کرتی ہے۔۔۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلحے کی جنگ میں یہ نصیحت ان کے کسی کام کی نہیں! وہ یہ سمجھ ہی نہ سکے کہ یہ ہتھیار دودھاری تلوار کی طرح ہیں۔ اگر یہ ایک باشعور شخص کے ہاتھ میں ہوں تو یہ دشمن کے شر سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہیں اور دشمن کو شکست دینے کا مضبوط ذریعہ ہیں۔۔۔ اور اگر یہ ہتھیار دھوکے کا شکار

ہونے والے اور مجرموں کی پیروی کرنے والے شخص کے ہاتھ میں ہوں تو پھر یہ ہتھیار کسی کام کے نہیں، یہ اپنی ہی تباہی کا باعث بنتے ہیں اور دشمن سے پہلے خود کو زخمی کرتے ہیں!

جن گروہوں نے ہماری تنبیہ کو نظر انداز کیا اور ہماری راہنمائی کو پس پشت ڈال دیا۔۔۔جو کہتے تھے کہ باتوں سے جنگ میں کچھ نہیں ہوتا اور انہیں تو مال اور اسلحہ چاہیے ۔ اور انہوں نے یہ مال اور اسلحہ مسلمانوں سے خیانت کرنے والے ترکوں، عربوں اور اہلِ فارس سے حاصل کیا، بلکہ ان میں سے بعض نے تو مجرم روسیوں اور امریکیوں پر انحصار کیا، اس گمان کے تحت کہ ان مجرموں کا ناپاک مال انہیں شام کے لیے لڑنے سے روکتا تو نہیں ہے۔۔۔ان سے ہم کہتے ہیں: اب تم اپنے افعال اور اعمال کا نتیجہ دیکھ لو، اب تم خود اپنی ہی سرزمین اور گھروں سے بے دخل کر دیے گئے ہو اور اپنے بچوں سے دور کر دیئے گئے ہو!

تاہم اس سب کے باوجود یہ امت شکست نہیں کھائے گی بلکہ اللہ کے اِذن سے یہ دن ضرور بدلیں گے۔ یہ امت اس سے بھی زیادہ سخت آزمائشوں سے گزر چکی ہے، اس امت پر صلیبی اور تاتاری آفت کی مانند ٹوٹ پڑے، مگر پھر بھی یہ امت دوبارہ اٹھی اور انہیں اکھاڑ پھینکا۔ اس امت نے نشاۃ ثانیہ حاصل کی اور دوبارہ دنیا کی قیادت سنبھال لی۔۔۔ یہ درست ہے کہ اُن دِنوں خلافت کی شکل میں اسلام کی حکمرانی موجود تھی اگرچہ خلافت کمزور ہو چکی تھی لیکن امت کے پاس ایسا قائد موجود تھا جس نے دشمن سے قتال کے لیے امت کی شیرازہ بندی کی، حق کا علم بلند کیا اور باطل کو مٹا دیا، اور یوں امت نے دشمن کو شکستِ فاش دی اور دوبارہ بلندی حاصل کر لی۔۔۔ آج اسلام کی وہ حکمرانی موجود نہیں، وہ خلافت موجود نہیں تو پھر کون مسلمانوں کی شیرازہ بندی کرے گا؟ کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے، اور ایسا کہنا حقیقتِ حال کے مطابق بھی ہے مگر اللہ کے اذن سے خلافت کے دوبارہ قیام لیے بھرپور قوت سے کام جاری ہے اور خلافت مسلمانوں کے تمام علاقوں میں امت کا بنیادی مطالبہ بن چکی ہے۔ مسلمان اپنے قول و عمل سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ خلافت کے متمنی ہیں۔ وہ 26، 27، 28 رجب

یہ تینوں جنہوں نے شام کے خلاف جرائم کا ارتکاب کیا ہے، یہ کفار اور منافقین، یہ اپنے جرائم اور شام کے مسلمانوں کے قتلِ عام پر خوشیاں نہیں منا سکیں گے بلکہ عذاب ان کو وہاں سے آگھیرے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں۔ شام ان سے پہلے بھی ان جیسوں کے ذریعے آزمایا گیا مگر وہ ہلاک ہوئے اور اللہ کے اِذن سے ایسا دوبارہ ہوگا

1342 کے اُن ایام کو، جن دنوں میں خلافت کے انہدام کے جرم کا ارتکاب کیا گیا تھا، الٹانے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ تاریخ کے ان تاریک اوراق کا خاتمہ کریں اور خلافت کے دوبارہ قیام سے ان اوراق کو منور کر دیں، جس کے قیام کا دن اللہ نے مقرر کیا ہوا ہے اور یہ اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ اس دن یہ ظالم، خائن اور مجرم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ گرتے ہیں۔ **اے مسلمانو!** یہ تینوں جنہوں نے شام کے خلاف جرائم کا ارتکاب کیا ہے، یہ کفار اور منافقین، یہ اپنے جرائم اور شام کے مسلمانوں کے قتلِ عام پر خوشیاں نہیں منا سکیں گے بلکہ عذاب ان کو وہاں سے آگھیرے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں۔ شام ان سے پہلے بھی ان جیسوں کے ذریعے آزمایا گیا مگر وہ ہلاک ہوئے اور اللہ کے اِذن سے ایسا دوبارہ ہوگا:﴿إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ "اللہ اپنے امر کو انجام تک پہنچائے گا اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے"۔(سورۃ الطلاق:3)

آخر میں بیرکوں میں موجود مسلمانوں کی افواج کے لئے ہمارا پیغام یہ ہے: کہ تمہارا معاملہ بھی عجیب ہے، جب حکمران تمہیں مسلمانوں کے قتل کے لیے متحرک کرتے ہیں تو تم فوراً حرکت میں آتے ہو مگر جب مسلمان مدد کے لیے تمہیں پکارتے ہیں تو تم سُستی اور تاخیر کرتے ہو اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہو، بلکہ تم مردوں جیسی خاموشی اختیار کر لیتے ہو۔ اور تم اپنے سربراہوں کی اطاعت کا بہانہ بناتے ہو حالانکہ اپنے سے اوپر والوں کی یہ اطاعت دنیا میں رسوائی اور آخرت کے دردناک عذاب کا راستہ ہے، اور اس دن یہ اطاعت تمہارے کسی کام نہیں آئی گی چاہے تم اپنے آپ کو بچانے کے لیے کتنے ہی بہانے بناتے رہو:﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا * وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا﴾ "جس دن ان کو اوندھے منہ جہنم میں گرایا جائے گا، تو وہ کہیں گے کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی، کہیں گے اے اللہ ہم نے تو اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہی ہمیں گمراہ کیا"(سورۃ الاحزاب: 67-68)۔ لیکن تمہارے پاس ابھی بھی وقت ہے کہ تم اللہ کے دین کی مدد کرتے ہوئے اپنے

کیے کا تدارک کرو اور زمین پر اسلام کی حکمرانی قائم کرو اور ظالموں، منافقوں اور استعماری کفار سے تعلق منقطع کر دو، ہو سکتا ہے کہ اس سے تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: ﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى﴾ "اور بے شک میں توبہ کرنے والوں اور ایمان لا کر نیک عمل کر کے ہدایت کی راہ اختیار کرنے والوں کو خوب معاف کرتا ہوں" (سورۃ طٰہٰ: 82)۔

مزید برآں، ہم عام مسلمانوں سے کہتے ہیں، کہ آپ اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوں، شام شام ہی رہے گا یہ اسلام کا مسکن ہے۔ احمد نے اپنی مسند میں جبیر بن نفیر سے روایت کی ہے کہ سلمۃ بن نفیل نے انہیں بتایا کہ جب وہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: «أَلَا إِنَّ عُقْرَ دَارِ الْمُؤْمِنِينَ الشَّامُ» "سنو! شام مومنوں کا مسکن ہے" جبکہ فتن کے بارے میں نعیم بن حماد نے کثیر بن مرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «عُقْرُ دَارِ الْإِسْلَامِ بِالشَّامِ» "شام اسلام کا مسکن ہے"۔

اور آخری بات یہ کہ حزب التحریر وہ راہنما ہے جو اپنوں سے جھوٹ نہیں بولتی، حزب امت کے ساتھ اور اس کے درمیان سرگرم ہے اور اللہ کے فضل سے حق پر ثابت قدم ہے۔ وہ نہ خود تبدیل ہوئی اور نہ اپنی فکر اور طریقہ تبدیل کرے گی کیونکہ یہ (فکر اور طریقہ) حق پر مبنی ہے ۔ ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾ "حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں" (سورۃ یونس: 32)۔ حزب اللہ اور اپنے دین کی بدولت مضبوط ہے اور اللہ غالب اور حکمت والے کے سامنے گڑگڑا رہی ہے کہ وہ اپنا وعدہ اُس کے ہاتھوں پورا کرے ۔ ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ "اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے کہ وہ اُن کو ضرور زمین میں خلافت سے نوازے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلافت سے نوازا تھا" (سورۃ النور: 55)۔ اور اللہ کے اِذن سے رسول اللہ ﷺ کی بشارت حزب، اس کے لوگوں اور تمام مسلمانوں کے لیے سچ ثابت ہو گی۔ ابو داؤد طیالسی نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «... ثُمَّ تَكُونُ جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ»، ثُمَّ سَكَتَ " "پھر جبر واستبداد کا دور ہو گا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ اس کو جب چاہے گا اٹھا لے گا، اس کے بعد پھر نبوت کی طرز پر خلافت ہو گی، پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے" جبکہ امام احمد نے یہ الفاظ روایت کیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «... ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ» ثُمَّ سَكَتَ ""پھر جابرانہ حکومت ہو گی اور اس وقت تک ہو گی جب تک اللہ چاہے گا پھر جب اللہ چاہے گا اس کو اٹھا لے گا اس کے بعد پھر نبوت کی طرز پر حکومت ہو گی" پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

حزب اللہ کی مدد کے وعدے پر مطمئن ہے۔ یہ مدد صرف انبیاء کے لیے نہیں بلکہ تمام سچے مومنوں کے لیے ہے اور یہ صرف آخرت میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی ہے، ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ "یقیناً ہم اپنے رسولوں اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے، دنیا میں بھی مدد کریں گے اور اس دن بھی جب گواہ لائے جائیں گے" (غافر: 51)۔ اس دن مومنین اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے ،اللہ ہی جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور مجرموں کو دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب کا سامنا ہو گا۔ اللہ الجبّار، انتقام لینے والا اور غالب و حکمت والا ہے۔

حزب التحریر

18 رجب 1439 ہجری

5 اپریل 2018

ختم شد

بقیہ صفحہ 11 سے

کے عامل کی طرف سے ایک تحفہ لایا ہوں۔ اُس نے تحفہ کھول دیا، اس میں کچھ عمدہ خوراک اور اعلیٰ مٹھائی تھی۔ پہلا سوال جو عمرؓ نے اُس سے پوچھا، وہ یہ تھا: کیا وہاں آپ تمام لوگ ایسا ہی کھانا کھاتے ہیں؟ اُس نے کہا: نہیں، یہ خاص کھانا ہے جو وہاں کے امیر لوگ کھاتے ہیں۔ پس، عمرؓ نے جو نوالہ کھایا تھا اُسے قے کر کے نکال دیا۔ پھر عمرؓ نے فرمایا: **حرام على بطن عمر أن يأكل طعامًا لا يأكله فقراء المسلمين** "عمر کے پیٹ کے لئے وہ کھانا حرام ہے کہ جس کھانے کی استطاعت غریب مسلمانوں کے پاس نہ ہو۔ پھر انہوں نے گورنر کے لئے نہایت سخت پیغام بھیجا جس میں عمرؓ نے اُس سے سوال کیا: **كيف يعنيك ما يعنيهم، إن لم تأكل مما يأكلون؟** "تم اُن کی تکلیف کیسے محسوس کرو گے، اگر تم وہ نہیں کھاتے جو یہ لوگ کھاتے ہیں"۔

ختم شد

54ویں میونخ سکیورٹی کانفرنس سے خطاب:

نہیں جنرل باجوہ، خلافت کوئی حسرت یا خواہش نہیں بلکہ ایک فرض ہے جس کی واپسی کی بشارت نبی آخر الزماں محمد ﷺ نے دی ہے

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

17 فروری 2018 کو 54ویں میونخ سکیورٹی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جنرل باجوہ نے کہا کہ "تصورِ خلافت جو کہ صرف تابناک ماضی کی واپسی کی خواہش ہے"، اور اس میں مزید اضافہ کرتے ہوئے کہا، "پاکستان میں خلافت کے تصور کو کوئی جگہ نہیں ملی ہے"۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی فوج کے سربراہ نے عالمی استعماری طاقتوں کی کانفرنس میں خلافت کے تصور کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کی، وہ استعماری طاقتیں جنہوں نے کئی صدیوں سے مسلم امت پر جنگ مسلط کر رکھی ہے۔

یقیناً خلافت کوئی حسرت یا خواہش نہیں ہے بلکہ اس کا قیام مسلمانوں پر فرض ہے اور جس کے قیام میں کسی بھی قسم کی کوتاہی کو اسلام نے بدترین موت یعنی حالت کفر میں موت سے تشبیہ دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً "اور جو کوئی اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں (خلیفہ کی) بیعت (کا طوق) نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا" (مسلم)۔ ہم پر ہر دور میں خلافت کا قیام فرض ہے جس کے متعلق نبی آخر الزماں محمد ﷺ نے فرمایا: لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ تَكْثُرُ قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ وَأَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ "میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے بلکہ بڑی کثرت سے خلفاء ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا: آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایک کے بعد دوسرے کی بیعت کو پورا کرو اور انہیں اُن کا حق ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن سے اُن کی رعایا کے بارے میں پوچھے گا جو اُس نے انہیں دی" (بخاری)۔ اور انبیاء کے امام محمد ﷺ نے ظلم کے دور کے بعد خلافت کی واپسی کی بشارت دی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ثُمّ تكونُ مُلْكاً جَبريَّةً، فتكونُ ما شاءَ الله أنْ تكون، ثُمّ يرفعُها إذا شاءَ أنْ يرفعَها. ثُمّ تكونُ خِلافةً على مِنهاجِ النُّبُوَّة، ثم سكت "اس کے بعد ظلم کا دور ہوگا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے اور پھر جب اللہ چاہیں گے اسے اٹھالیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے منہج پر خلافت ہو گی" (احمد)۔ اور یقیناً نہ صرف یہ کہ خلافت کی پکار نے پاکستان میں اپنی جگہ بنالی ہے بلکہ اب یہ مسلمانوں کا پُرزور مطالبہ بن چکا ہے جن میں افواج میں موجود مسلمان بھی شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے حکمران خلافت کا نام لے کر خطاب کرنے پر مجبور ہوگئے اور اپنے صلیبی آقاوں کو یہ یقین دلا رہے ہیں کہ وہ خوفزدہ نہ ہوں کہ ایک بار پھر خلافت انہیں ڈرانے کے لیے واپس نہیں آرہی جیسا کہ ماضی میں وہ صدیوں تک اس کے خوف میں مبتلا رہے ہیں۔ اور اسی وجہ سے خلافت کی واپسی کو روکنے کی ناکام کوشش میں پاکستان کے حکمرانوں نے خلافت کے داعیوں کے خلاف جھوٹ، ظلم، گرفتاریوں، تشدد اور اغوا کی مہم شروع کر رکھی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان تمام مسلمانوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے خلافت کی فرضیت کو پورا کرنے کی جدوجہد کا حصہ بن جائیں۔ اور حزب افواج کے افسران سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ فراہم کریں تاکہ دینِ حق ایک بار پھر مسلمانوں کی سرزمین پر نافذ ہو سکے۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

فوجی توازن کی سوچ سے کیسے نجات حاصل کی جائے

تحریر: عبدالمجید بھٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج کی دنیا میں طاقت کی سیاست عالمی تعلقات پر حاوی ہے ، اس طاقت کی سیاست نے ریاستوں کے درمیان تعلقات کو استوار کرنے میں فوجی توازن کے تصور کو کچھ زیادہ ہی اہمیت دے دی ہے۔ جنگ اور امن دونوں کو فوجی توازن کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے کہ ریاستوں کا فوجی طاقت کے لحاظ سے برابری کی سطح پر ہونا امن کو جنم دیتا ہے جبکہ عدم توازن جنگ کو جنم دیتا ہے۔ لہٰذا حلیف ہوں یا حریف ، روایتی اور غیر روایتی فوجی صلاحیتوں کا اندازہ رکھنے پر بہت زیادہ توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ سفارتکاری سے حاصل ہونے والے سیاسی نتائج کا بھی ریاستوں کے درمیان موجود فوجی طاقت کے توازن کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے اور اسی طرح ریاست اپنے اندرونی تنازعات کو حل کرتے وقت غیر ریاستی کرداروں (non-state actors) کی فوجی صلاحیتوں کو پیشِ نظر رکھتی ہے۔ یہ ذہنیت بڑی حد تک عالمی معاملات پر غور وفکر کے پسِ پردہ کارفرما نظر آتی ہے۔ شمالی کوریا کو ایٹمی ہتھیاروں سے دست بردار کرانے کی امریکی کوششیں اور شام میں اسد حکومت اور مخالفین کے درمیان مذاکرات کی بحالی کی روسی کوششیں اسی سوچ کی عکاسی کرتی ہیں۔

چنانچہ یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ ریاستوں کے درمیان فوجی توازن کو پیدا کرنے اور امن کے تحفظ کے نام پر مختلف خطوں میں طاقت کی تقسیم کو طے کرنے میں بڑی طاقتوں کو بہت زیادہ عمل دخل حاصل ہے۔ اس چیز کو حاصل کرنے کے لیے ہتھیاروں سے متعلق معاہدوں، فوجی معاہدوں، فوجی کارروائیوں کی دھمکی (ایک ملک کے رویے کو تبدیل کرنے کے لئے سزا کی دھمکی) اور حکم پر عمل درآمد پر مجبور کرنے (سزا کے بعد ملک کے منفی رویے میں تبدیلی) کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ 1945 کے بعد سے بڑی طاقتوں یعنی امریکہ ، روس، برطانیہ، فرانس اور کس حد تک چین نے اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے ترقی پزیر ریاستوں پر فوجی توازن کے نفاذ کو اسلوب کے طور پر اختیار کیا ہے۔

> 1945 کے بعد سے بڑی طاقتوں یعنی امریکہ ،روس، برطانیہ ،فرانس اور کس حد تک چین نے اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے ترقی پزیر ریاستوں پر فوجی توازن کے نفاذ کو اسلوب کے طور پر اختیار کیا ہے۔

ترقی پزیر ممالک میں بڑی طاقتوں کی براہ راست مداخلت کا مطلب یہ ہے کہ ان ممالک کے فوجی اداروں کو مخالف ممالک کی فوجی برتری کا جواب دینے کے لیے بیرونی طاقتوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں عرب ریاستوں نے دیکھا کہ وہ اس وقت تک یہودی ریاست کی فوجی قوت کا سامنا نہیں کر سکتیں جب تک کہ امریکہ ان کو مدد فراہم نہ کرے۔ اسی طرح پاکستانی فوج یہ سمجھتی ہے کہ وہ بھارت کے زبردست روایتی (غیر ایٹمی) اسلحے کے خلاف کھلم کھلا روایتی جنگ نہیں جیت سکتی جب تک کہ امریکہ یا چین فوجی اور مالی تعاون کے ذریعے پاکستان کے پلڑے کو بھارت کے برابر نہ کر دیں۔

اسلامی دنیا میں موجود فوجی اداروں کے لیے یہ انتہائی دشوار ہے کہ وہ فوجی توازن کی تصور کی حدود سے باہر سوچ سکیں۔ اور اس سوچ پر چلنے سے وہ بڑی طاقتوں کے اثر ونفوذ کے پھیلاؤ کے لیے ایک تر نوالہ بن جاتے ہیں۔ عرب-اسرائیل جنگوں میں عربوں کی شکست اور ہندوستان سے جنگ میں مشرقی پاکستان (بنگلادیش) کی علیحدگی کے نتیجے میں مشرق وسطیٰ اور برصغیر میں امریکی اثر میں اضافہ ہوا۔ حتیٰ کہ اسلامی ممالک کے لیے آپس کی لڑائی کے دوران بھی اس سوچ سے جان چھڑانا مشکل ہے، جیسا کہ 1980 کی دہائی میں ایران- عراق جنگ کے دوران۔ مغربی کی چھتر چھایا تلے ایران اور عراق نے بڑی طاقتوں سے ہتھیار لیے اور آخری سانس تک ایک دوسرے سے جنگ کی۔ جب امریکہ اور برطانیہ نے یہ ادراک کر لیا کہ ہم میدانِ جنگ پر ایک دوسرے سے بازی نہیں لے جا سکتے، تو ان کے زیر اثر ممالک کے درمیان فوجی طاقت کا توازن بحال ہوا، تب ہی ایران اور عراق کے درمیان جنگ بندی ہوئی۔

بد قسمتی سے اس طرح کی جنگوں نے مسلم افواج کے اذہان میں فوجی توازن کی سوچ کو مستقل طور پر مضبوط کر دیا ہے جس کے نتیجے میں ہتھیاروں کی ایک خطرناک دوڑ شروع ہو چکی ہے جو مغربی غلبے کو تقویت فراہم کرتی ہے، جیسے سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات خطے میں ایرانی دخل اندازی کو روکنے کے لیے اربوں ڈالر کے مغربی ہتھیار خریدتے ہیں اور اپنے فوجی اثاثوں

میں اضافہ کرتے ہیں۔ جب تک اسلامی ممالک کی افواج فوجی توازن کی سوچ سے جان نہیں چھڑاتیں،ان کے لوگ غیر ضروری جنگوں کی مصیبت سے دوچار ہوتے رہیں گے اور عوام اپنی افواج کو بڑی طاقتوں کی سیاست کے مہروں کی نظر سے دیکھتے رہیں گے۔

اگر اسلامی دنیا بڑی طاقت کی بالادستی سے آزاد ہونا چاہتی ہے تو اس کے فوجی اداروں کو تصورات و ثقافت کی مکمل تطہیر کا منصوبہ شروع کرنا پڑے گا تاکہ مسلم فوجی افسران ماضی کی اسلامی ریاست کی فوجی ثقافت سے جڑ جائیں۔ اس مضمون کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ فوجی توازن کی سوچ سے چھٹکارا کیونکر ممکن ہے اور مسلم دنیا بڑی طاقتوں کی بالادستی کو کس طرح الٹ سکتی ہے۔

فوجی توازن کی شروعات

فوجی توازن کی سوچ کا ماخذ دراصل طاقت کے توازن کی تھیوری ہے، جو بذاتِ خود 1648ء میں طے کردہ ویسٹ فیلیا Westphalia معاہدے کے قومی ریاستی ماڈل سے نکلی ہے۔ حقیقت پسندی Realism،جو مغرب کی سیاسی سوچ کا ایک مشہور مکتبہ فکر ہے، نے طاقت کے توازن کی سوچ کو فروغ دیا اور اس کے ماننے والے جدید حقیقت پسند Neorealists کہلاتے ہیں۔اس سوچ کے مطابق جب بھی ریاستوں کے درمیان طاقت کا توازن بگڑتا ہے تو عدم تحفظ کو کم کرنے کے لیےان کے درمیان جنگ ہوتی ہے ۔ تنازعے میں ملوث ہونے والی بڑی طاقتوں کی تعداد اس جنگی تنازعے کے پھیلاؤ اور حجم کا تعین کرتی ہے۔اس تھیوری کا پس منظر یورپی ریاستوں کے جنگی تنازعات ہیں مگران حقیقت پسندوں نے اس تھیوری کو یورپ سے بڑھا کر ماضی کی بڑی طاقتوں پر بھی لاگو کر دیا۔ان کا یہ ماننا ہے کہ دنیا ایک مستقل انارکی کے عالم میں ہے اور قومی ریاستیں اپنی حفاظت کی خود ذمہ دار ہیں۔ فطری طور پر کچھ ریاستیں دوسروں سے طاقت ور ہوتی ہیں جو دوسری ریاستوں کے تحفظ کو کمزور بناتا ہے۔ ایسی ریاستیں "اندرونی توازن" یا "بیرونی توازن" کے ذریعے عدم تحفظ کو ختم کر سکتی ہیں۔

> اگر اسلامی دنیا بڑی طاقت کی بالادستی سے آزاد ہونا چاہتی ہے تو اس کے فوجی اداروں کو تصورات وثقافت کی مکمل تطہیر کا منصوبہ شروع کرنا پڑے گا تاکہ مسلم فوجی افسران ماضی کی اسلامی ریاست کی فوجی ثقافت سے جڑ جائیں

اندرونی توازن کا تقاضا ہے کہ ریاست اپنے تمام وسائل کو استعمال میں لاتے ہوئے مضبوط معیشت قائم کرے اور حربی ریاستوں کے مقابلے کی فوج تیار کرے۔ شروع میں امریکہ اور روس نے اندرونی توازن کے ذریعے اپنی (روایتی اور ایٹمی) فوجی طاقت کو مضبوط کیا تاکہ ایک دوسرے کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ ان ریاستوں کے لیے مشکل ہے جو قدرتی وسائل نہیں رکھتیں یا مضبوط فوج بنانا نہیں جانتیں۔ایسی ریاستیں پھر بیرونی توازن اور طاقتور ریاستوں سے الحاق پر انحصار کرتیں ہیں۔ جاپان، آسٹریلیا اور جنوبی کوریا جیسے ممالک امریکہ سے سیکیورٹی الحاق کر کے وہ فوجی توازن حاصل کرتے ہیں جو چین سے بچاؤ کے لیے درکار ہے۔

طاقت کے توازن کے اس نظام میں امن تب ہی ہو سکتا ہے جب اندرونی اور بیرونی توازن کے ذریعے ممالک کے درمیان طاقت کی برابر تقسیم ہو۔ دوسرے الفاظ میں جب جنگ کی قیمت اس سے حاصل ہونے والے ممکنہ فوائد سے بھاری ہو تو امن کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ طاقت کے توازن کے حقیقی رکھوالے وہ بڑی طاقتیں ہیں جو دنیا کے مختلف حصوں میں توازن قائم رکھنے کے لیے اپنا اثرورسوخ استعال کرتی ہیں۔ روس وسطیٰ ایشیا میں جبکہ امریکہ براعظم امریکہ، یورپ اور مشرق وسطیٰ میں بیرونی توازن قائم کیے ہوئے ہے۔

طاقت کے توازن کا نظام اس وقت بگڑتا ہے جب ایک یا متعدد ریاستیں دوسری ریاستوں کے مقابلے میں اپنی طاقت بڑھانے کی کوشش کریں۔ دوسری ریاستیں اس توازن کو برقرار رکھنے کے لیے اس ریاست یا ریاستوں پر حملہ کریں گی۔ چونکہ بڑی ریاستوں کے درمیان کشمکش کبھی ختم نہیں ہوتی، لہٰذا اس صورتِ حال میں ایک بڑے درجے کے تنازعے کا امکان ہوتا ہے۔ نپولین کی قیادت میں فرانس کو شکست دینے کے لیے یورپ کی بڑی طاقتوں کے درمیان 1799 سے 1815 کے درمیان متعدد اتحاد بنے۔ اسی طرح جب پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں جرمنی نے طاقت کے توازن کو بگاڑنے کی کوشش کی تو متعدد طاقتوں نے مل کر اس کا مقابلہ کیا۔

طاقت کے توازن کے نظریہ پر حقیقت پسندوں کے دو بڑے مکتبہ فکر ہیں۔ دفاعی حقیقت پسندوں کا یہ ماننا ہے کہ ایک ریاست کے پاس اپنی حفاظت اور دشمن کو ڈرانے کے لیے درکار طاقت ہونی چاہیے۔ یہ مکتبہ فکر ایک طاقت کی دنیا پر حاوی ہونے کے برخلاف، دو ہم پلہ طاقتوں کی موجودگی کی طرف داری کرتا ہے تاکہ دنیا کا امن قائم رہ سکے۔ اس کے ماننے والے اکثر امریکہ اور

روس کی سرد جنگ کی مثال دیتے ہیں۔ دوسرے طرف جارحانہ حقیقت پسندوں کا یہ ماننا ہے کہ ایک ریاست اس وقت تک محفوظ نہیں ہو سکتی جب تک وہ پوری دنیا پر حکومت نہ کرتی ہو تا کہ کوئی دوسری ریاست اس سے مقابلہ نہ کر سکے۔ یہ لوگ یک طرفہ دنیا unipolar worldکے حمایتی ہیں اور اسے امن اور تحفظ کا بہترین ذریعہ سمجھتے ہیں۔ امریکہ فی الحال اسی راستے پر چل رہا ہے۔

ایک اور نظریہ جو بڑی طاقتوں کے درمیان جنگ اور امن کے امکانات پر بات کرتا ہے، طاقت کی منتقلی کا نظریہ ہے۔ طاقت کے توازن کے نظریہ کے برعکس، اس نظریے کے تحت بڑی طاقتوں کے درمیان طاقت کا عدم توازن خاص طور پر عالمی نمبر ایک طاقت اور نمبر دو طاقت کے درمیان طاقت کا عدم توازن، استحکام کا باعث بنتا ہے جبکہ طاقت کی برابری تنازعات کو جنم دے سکتی ہے۔ تنازعات کا امکان اس وقت بڑھ جاتا ہے جب نمبر دو ریاست کی طاقت عالمی نمبر ایک ریاست کی طاقت کے قریب جا پہنچتی ہے۔ اس نظریے کے حامیوں کا یہ ماننا ہے کہ جیسے جیسے چین کی طاقت امریکہ کے قریب پہنچ رہی ہے امریکہ اور چین کے درمیان جنگ ناگزیر ہے۔

یہ دونوں نظریے ریاستوں کی فوجی طاقت کی معلومات حاصل کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں تا کہ طاقت کے توازن میں ایسی تبدیلیوں کو محسوس کیا جاسکے جس سے طاقت کے توازن کا نظام متاثر ہو یا نمبر دو ریاست کی طاقت میں اضافہ ہو سکتا ہو کہ وہ عالمی طاقت کی جگہ لے لے۔ لہٰذا فوجی اخراجات، فوجی سازوسامان اور ہتھیار، فوجی معاہدات اور مشقیں، عالمی طاقتوں سے ہتھیاروں کی خریداری اور فوجی ایجادات کو جاننے کے لیے بہت تگ ودو کی جاتی ہے۔

اسلامی ریاست نے کیسے فوجی توازن کے نظریے کو رد کیا

رسول اللہ ﷺ کے وقت دو بڑی طاقتوں اور ان کی ماتحت ریاستوں نے عرب کو گھیر رکھا تھا۔ رومی (مشرقی رومی سلطنت جو بازنطینی سلطنت کے نام سے جانی جاتی تھی) سپر پاور کا کردار ادا کر رہے تھے اور سلطنتِ فارس اس کے مقابل تھی۔ دونوں نے خلیج اور بلاد شام میں عرب قبائل کو ساتھ ملایا ہوا تھا۔ حبشہ بازنطین کے جبکہ یمن فارس کے زیرِ اثر تھا۔

> اندرونی محاذ پر، قریش کے خلاف مسلمانوں کو حتمی کامیابی ایک اور فوجی مقابلے سے نہیں ہوئی بلکہ یہ سفارتی فتح تھی جو حدیبیہ کے معاہدے کے نتیجے میں حاصل ہوئی، جو اسلامی ریاست اور قریش کے درمیان 628 عیسوی میں طے پایا۔

جزیرہ نما عرب سے دو اہم تجارتی راستے گزرتے تھے۔ ایک مشرقی راستہ جو خلیج فارس کے ساتھ ہوتا ہوا عراق، پھر شام اور فلسطین میں ختم ہوتا تھا۔ دوسرا مغربی راستہ جو بحیرہ احمر کے ساحل کے ساتھ چلتا تھا۔ روم اور فارس اکثر ان راستوں پر قبضے کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے تھے۔ علاوہ ازیں، یہ راستے مکہ کے لوگوں کو مضبوط بناتے تھے، خصوصاً قریش جو ان پر چلنے والے قافلوں اور کعبہ کے بتوں کی زیارت پر آنے والوں سے خطیر منافع کماتے تھے۔ تجارتی راستوں کے علاوہ روم اور فارس نے جزیرہ نما عرب پر قبضہ جمانے میں کبھی کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی۔ ان طاقتوں کے لیے عرب ایک ناخوشگوار علاقہ تھا جو اس قابل نہیں تھا کہ اسے فتح کیا جائے۔

عرب میں اسلام کے ظہور نے نہ صرف ایک نئی تہذیب کو جنم دیا بلکہ اس نے حیران کن فوجی فتوحات حاصل کیں۔ اسلامی ریاست بدر میں قریش کے خلاف اپنے پہلے فوجی معرکہ میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ کامیابی حیران کن اس لیے بھی تھی کہ مسلمانوں کے پاس سازوسامان کم تھا، قریش کی تعداد تین گنا زیادہ تھی، قریش کے 175 گھوڑوں کے مقابلے میں ان کے پاس صرف 2 گھوڑے تھے۔ عرب میں قریش کی اس بالا دستی نے نہ تو نبی ﷺ کو مفلوج کیا نہ ہی انھوں نے قریش کی برابری حاصل کرنے کے لیے کسی دوسرے قبیلے کے ساتھ اتحاد کیا۔

ایک اور کامیابی غزوہ خندق میں تھی جو 627 عیسوی میں لڑی گئی۔ اس میں قریش اور اس کے حلیفوں نے متعدد عرب اور یہودی قبائل سے مل کر 10000 لوگوں کی مدد سے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسلامی ریاست اپنے واحد حلیف بنی قیس سے مل کر بھی صرف 3000 جنگجو لا پائی۔ اس فوجی طاقت کے فرق کے باوجود بھی اسلامی ریاست نے کسی اندرونی و بیرونی طاقت کے ساتھ کوئی فوجی اتحاد بنائے بغیر کامیابی سے دشمن کو شکست سے ہمکنار کیا۔

اندرونی محاذ پر، قریش کے خلاف مسلمانوں کو حتمی کامیابی ایک اور فوجی مقابلے سے نہیں ہوئی بلکہ یہ سفارتی فتح تھی جو حدیبیہ کے معاہدے کے نتیجے میں حاصل ہوئی، جو اسلامی ریاست اور قریش کے درمیان 628 عیسوی میں طے پایا۔ اگرچہ غزوہ خندق نے قریش کو کافی نقصان پہنچایا مگر عرب میں قریش کا اثر

ختم نہیں ہوا تھا۔ مدینہ کے شمال میں خیبر کے یہودی قبائل اور جنوب میں قریش آپس میں حلیف تھے جو اسلامی ریاست کے پکے دشمن تھے۔ اسلامی ریاست کو دونوں طرف سے کچلنے کی کوشش کے وسیع امکانات موجود تھے، جس کا سدباب ضروری تھا۔ یہ کرنے کے لیے نبی ﷺ نے قریش کی اس طاقت کو توڑا کہ وہ خیبر کے یہودیوں کی مدد کو نہ آسکیں اور (حدیبیہ) کے معاہدے نے اس مقصد تک پہنچنے کے لیے بہترین ذریعہ فراہم کیا۔

جہاں تک بیرونی طاقتوں کا تعلق ہے، تو نبی ﷺ نے 630 عیسوی میں 30000 لوگوں کے ساتھ تبوک میں رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مارچ کیا۔ دونوں ریاستوں کے درمیان طاقت کا عدم توازن بہت زیادہ تھا۔ رومی سلطنت کے مقابلے میں ابھرتی اسلامی ریاست ہر محاذ پر ابھی چھوٹی تھی۔ بازنطینی ریاست کی پھیلی ہوئی سرحدوں اور اس کے ماتحت قوموں کے سامنے اسلامی ریاست کا حجم کچھ بھی نہ تھا۔ یہ نئی اسلامی ریاست صرف جزیرہ نما عرب پر ہی اپنا حکم چلا سکتی تھی، جبکہ رومی سلطنت کی طاقتور فوج دنیا کے مختلف علاقوں میں نہ صرف جنگیں لڑتی تھی بلکہ اپنا حکم بھی چلاتی تھی۔ رومی سلطنت کے پاس دولت کی کمی نہ تھی اور وہ جنگ لڑنے کے لیے متعدد اقوام سے ٹیکس جمع کر سکتی تھی اس کے مقابلے میں اسلامی سلطنت کی جنگوں کا خرچہ اٹھانے کی صلاحیت معمولی تھی۔

ان تمام مثالوں میں اسلامی ریاست نے رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں طاقت کے توازن کی منطق کو رد کیا اور برابری نہ ہونے کے باوجود دشمن کو چیلنج کیا اور کامیابی حاصل کی۔ طاقت کے توازن کی پرواہ نہ کرنے کی روایت خلفائے راشدین کے دور میں بھی قائم رہی۔ ابو بکرؓ اور پھر عمر بن خطابؓ کی قیادت میں اسلامی ریاست نے بیک وقت روم اور فارس کی سلطنت کے ساتھ جنگ کی، اور بیرونی توازن کی منطق کو بودا ثابت کیا، یہ منطق تو اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ اگر اسلامی ریاست روم یا فارس میں سے کسی ایک سے لڑنا چاہتی ہے تو اسے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اتحاد کرنا چاہیے۔ اسلامی ریاست نے فوجی توازن کے تصور کا بالکل لحاظ نہیں کیا۔ 636 عیسوی میں جنگ یرموک میں 46000 مسلمانوں نے 200000 رومیوں کا سامنا کیا اور کامیاب ہوئے۔

> **اسلامی ریاست نے رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں طاقت کے توازن کی منطق کو رد کیا اور برابری نہ ہونے کے باوجود دشمن کو چیلنج کیا اور کامیابی حاصل کی۔ طاقت کے توازن کی پرواہ نہ کرنے کی روایت خلفائے راشدین کے دور میں بھی قائم رہی۔**

اسی طرح اسلامی ریاست نے طاقت کی منتقلی کے نظریے کو بھی غلط ثابت کیا جب اس نے روم اور فارس کے ہم پلہ ہوئے بغیر ہی ان سے جنگ کی۔

ان نظریات کی اندھی تقلید فوجی افسران کو عالمی صورت حال اور باریک سیاسی تفصیلات کو سمجھنے سے بھی روکتی ہے، اگر یہ رکاوٹ نہ ہو تو مخصوص سیاسی اور فوجی حکمت عملی بااثر ہو سکتی ہے اور ہار کو جیت میں بدلا جاسکتا ہے۔ مثلاً نبی ﷺ اس بات سے باخبر تھے کہ رومی اسلامی ریاست کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سدِباب کے لیے مدینہ میں اتحادی ڈھونڈ رہے ہیں۔ لہٰذا رومیوں کو مدینہ میں اڈا قائم کرنے سے روکنے کے لیے ضروری تھا کہ بنو خیبر سے نبٹا جائے۔ اس لیے حدیبیہ کے معاہدے کے پندرہ دنوں بعد ہی خیبر مسلمانوں کے محاصرے میں تھا۔ اسی طرح نبی ﷺ اور صحابہؓ روم اور فارس کے درمیان 26 سال (602-628ء) سے جاری طویل جنگ پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ لہٰذا ان دونوں کے بڑی فوجی طاقت ہونے کے باوجود مسلمان یہ جانتے تھے کہ ان کی افواج جنگ سے تھک چکی ہیں، ان کے حوصلے پست ہیں اور عالمی صورتحال تبدیلی کے لیے تیار ہے۔ عباسی، اموی اور عثمانی دور میں بھی مسلم افواج نے اس اسلامی جنگی ثقافت کو نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ عثمانی خلافت ختم ہو گئی اور یورپی استعماری طاقتوں نے اس کے علاقوں پر قومی ریاستیں قائم کر دیں۔ آج مسلم افواج کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ فوجی توازن کے اس تصور سے جان چھڑائیں اور اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نبی ﷺ کی سنت سے وابستگی اختیار کریں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا"

(47:7)

ختم شد

افغانستان کی آزادی کے لیے پاکستان کی افواج کو حرکت میں لاؤ:

ہمارے دروازے پر موجود مدرسے پر بمباری کر کے بچوں اور قرآن کے نسخوں کو جلا دیا گیا اور پاکستان کے حکمران ٹس سے مس نہیں ہوئے

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى " مومنوں کی مثال ان کی دوستی اور اتحاد اور شفقت میں ایسی ہے جیسے ایک بدن کی، بدن میں جب کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس میں شریک ہو جاتا ہے نیند نہیں آتی، بخار آجاتا ہے "(مسلم)۔ افغانستان کے شہر قندوز میں ایک مدرسے پر امریکہ کی کٹھ پتلی کابل حکومت کی جانب سے ہونے والی بمباری کے خلاف پاکستان کا سوشل میڈیا پھٹ پڑا اور ایک عوامی بحث شروع ہو گئی جس میں سات سال تک کے کم عمر بچوں سمیت درجنوں شہری شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے ردعمل سے خوفزدہ ہو کر استعمار نے پہلے ان خبروں کو دبایا کہ وہ خود اس حملے میں ملوث ہے، اس کی ذمہ داری اپنی کٹھ پتلی حکومت پر ڈالی اور غم وغصے کے شکار مسلمانوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے فوراً اپنے ہی استعماری ادارے اقوام متحدہ کے ذریعے اس خوفناک سانحے کی تحقیقات کرانے کی یقین دہانی کا اعلان کر دیا۔

اے پاکستان کے مسلمانو! ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ اپنے غصے کا نشانہ درست مقام کو بنائیں۔ یہ بات متوقع تھی کہ امریکہ کی بٹھائی ہوئی اور اس کے اشاروں پر چلنے والی کٹھ پتلی حکومت مسلمانوں کا بھی ویسے ہی قتل عام کرے گی جیسے صلیبی خود کرتے ہیں۔ یہ بات متوقع تھی کہ کٹھ پتلی حکومت، جو امریکی قبضے کے خلاف جہاد کرنے والوں سے لڑتی اور ہندو ریاست کو گلے لگاتی ہے، امریکہ سے بھی بڑھ کر وحشی درندوں کا کردار ادا کرے گی۔ لیکن پاکستان کے حکمرانوں کے متعلق کیا کہا جائے جن کے پاس وہ تمام ذرائع ہیں جن کو استعمال کر کے امریکی قبضے کو ختم کیا جاسکتا ہے؟ کیا انہیں معاف کر دیا جائے گا کہ وہ اس لیے حرکت میں نہیں آئے کہ استعماری ڈیورنڈ لائن کی حرمت کو پامال نہیں کر سکتے تھے؟ کیا انہیں امریکی قبضے کو ختم کرنے کی ذمہ داری سے آنکھیں چرانے پر معاف کر دیا جائے گا جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَانِ "اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے "(النساء:75)۔ لیکن پاکستان کے حکمران تو امریکی قبضے اور اس کی کٹھ پتلی حکومت کو ختم کرنا تو دور کی بات اس ظالم کٹھ پتلی حکومت کو تسلیم کروانے کے لیے امریکی حکم پر افغان مجاہدین پر بھرپور دباؤ ڈال رہی ہے تاکہ افغانستان میں امریکی قبضے کو قانونی واخلاقی حیثیت حاصل ہو جائے۔ تو کیا پاکستان کے حکمران ہمارے غم وغصے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی سزا کے حقدار نہیں ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، إِلاَّ تَنفِرُواْ يُعَذِّبْكُمْ عَذَاباً أَلِيماً "اور اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تم کو بڑی تکلیف کا عذاب دے گا"(التوبة:39)۔

اے پاکستان کے مسلمانو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اَلْمُسلِمُ أَخو اَلْمُسْلِمِ، لا يَظْلِمُهُ، وَلا يَخْذُلُهُ " مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کو (مدد کے وقت) بے سہارا چھوڑے اور نہ اسے حقیر گردانے "(مسلم)۔ ان حکمرانوں کو مسترد کر دو کیونکہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ نبوت کے منہج پر خلافت کے قیام کی جدوجہد کرو جو امریکی قبضے کو برقرار رکھنے والے ڈھانچے کو ختم کر دے گی جو کہ اصل دہشت گردی کا نیٹ ورک ہے۔ خلیفہ راشد ہمارے دارالحکومت میں امریکہ کے قلعہ نما سفارت خانے اور دیگر شہروں میں قونصل خانوں کو بند کر دے گا جو جاسوسی کے اڈے ہیں۔ خلیفہ راشد امریکی ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک اور اس کی سرکاری انٹیلی جنس ایجنسیوں کو ملک بدر کر دے گا، زمینی و فضائی راستے بند کر دے گا جن کو استعمال کر کے صلیبیوں کو افغانستان میں اسلحہ، شراب اور سور فراہم کیے جاتے ہیں اور ہماری طاقتور افواج کو قبائلی مسلمانوں کی حمایت میں حرکت میں لائے گا جنہوں نے امریکہ کو ناکوں چنے چبوا دیے ہیں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

اسلام میں عوامی ملکیت کی فطرت اور ریاستی ذمہ داریاں

تحریر: ڈاکٹر عاید فضل الشعراوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عوامی ملکیت:

عوامی ملکیت وہ مال و اشیاء ہیں جنہیں شریعت نے معاشرے کی مشترکہ ملکیت قرار دیا ہے، معاشرے کو ان کے استعمال کی اجازت دی ہے اور افراد ور ریاست کو ان کا مالک بننے سے منع کیا ہے، یہ عوام کی ملکیت ہے جو ان کے لیے مخصوص ہے، ہر زندہ شخص اور بعد میں آنے والے لوگ قیامت تک اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اگر یہ عوامی وسائل مہیا نہ ہوں تو لوگ ان کی تلاش میں پھیل جاتے ہیں، جیسے پانی اور توانائی۔ اس میں وہ معدنیات بھی شامل ہیں جو بے حد و حساب ہیں، اور وہ جن کی نوعیت لوگوں کو ان کا مالک بننے سے روکتی ہیں، خواہ یہ معدنیات باآسانی نظر آتی ہوں اور انہیں حاصل کرنے پر زیادہ محنت خرچ نہ کرنی پڑے جیسے نمک، یا وہ معدنیات جو باآسانی نظر نہیں آتیں جیسے سونا، چاندی، لوہا، کانسی، چاہے وہ ٹھوس حالت میں ہوں یا تیل کی طرح مائع حالت میں ہوں۔

عوامی ملکیت کی فطرت:

اسلام نے ملکیت کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

- انفرادی ملکیت
- عوامی ملکیت
- ریاستی ملکیت

اخراجات اور محاصل کے لحاظ سے عوامی ملکیت کا تعلق مالیاتی پالیسی سے ہے جس کا تصرف ریاست لوگوں کے فائدے کے لیے کرتی ہے۔ عوامی ملکیت کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔

اوّل: یہ معاشرتی یا عوامی سہولیات میں سے ہے

عوامی ملکیت وہ مال واشیاء ہیں جنہیں شریعت نے معاشرے کی مشترکہ ملکیت قرار دیا ہے، معاشرے کو ان کے استعمال کی اجازت دی ہے اور افراد ور ریاست کو ان کا مالک بننے سے منع کیا ہے، یہ عوام کی ملکیت ہے جو ان کے لیے مخصوص ہے، ہر زندہ شخص اور بعد میں آنے والے لوگ قیامت تک اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

عوامی ملکیت ان سہولیات میں سے ہے جن کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ اگر وہ دستیاب نہ ہوں یا مشترکہ نہ ہوں تو لوگ ان کے حصول کی تلاش میں نکلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «المسلمون شركاء في ثلاث: في الماء، والكلأ، والنار» "مسلمان تین چیزوں میں شراکت دار ہیں۔ پانی، چراگاہیں اور آگ"۔ (سنن ابوداؤد)۔

رسول اللہ ﷺ نے ان تین چیزوں کا ذکر مثال کے طور پر کیا ہے نہ کہ عوامی ملکیت صرف ان تین چیزوں تک ہی محدود ہے۔ یہ تین چیزیں اس حکم کے زمرے میں آتی ہیں جو عوامی استعمال کی ہیں اور دیگر بہت سی اشیاء پانی، چراگاہ اور آگ کے حکم کے تحت آتی ہیں جیسے تیل، گیس، معدنیات، نمک، سلفر، دریا، سمندر، جھیلیں، جنگلات کے درخت، جنگلات کی لکڑی، کوئلہ، سمندر کی مچھلی، جنگلی پرندے، جانوروں کی چراگاہیں اور شمسی توانائی وغیرہ۔ (الخولی البھی: اسلام کے تحت دولت، صفحہ 93-92۔ رفیق یونس: اسلامی معیشت کی بنیادیں، صفحہ 118-117۔ محمد رواس: اسلامی معیشت کا مطالعہ، صفحہ 104)

دوئم: بعض اشیاء اللہ کی طرف سے قدرتی ہیں اور بعض انسان کی تیار کردہ ہیں

اللہ کی طرف سے قدرتی طور پر پائی جانے والی عوامی ملکیت کی اشیاء وہ چیزیں ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ انسان کی بنائی ہوئی عوامی ملکیت کی اشیاء وہ اثاثے ہیں جو انسان نے قدرتی اشیاء سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے بنائے ہیں جیسے پانی کا پمپ، سمندری پانی کو نمکیات سے پاک کرنے کی مشینیں، معدنیات کشید کرنے والے پمپ، بجلی پیدا کرنے والے جنریٹر، تاریں، تیل کے کنوؤں سے تیل نکالنے کی مشینیں، تیل صاف کرنے کی فیکٹریاں، کوئلے کی کانیں، کان سے

معدنیات نکالنے والی مشینیں، سڑکیں، پل، ڈیم، ایٹمی توانائی، شمسی توانائی کے پلانٹ، مصنوعی جھیلیں اور نہریں، پارک، اسکول، مساجد، اسپتال، ریلوے، بندر گاہیں، ہوائی اڈے وغیرہ۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو انسانوں کی ضروریات ہیں اور عوامی ملکیت ہونے کے ناطے لوگ ان کی ملکیت کے زیادہ حقدار ہیں۔

سوئم: مقدار کی کثرت

پانی، چراگاہیں اور آگ ایسی چیزیں ہے جو نایاب نہیں ہیں اور وافر مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ یہ تمام لوگوں کی زندگی کی ضروریات ہیں اور سب کے فائدہ اٹھانے کی چیز ہیں۔ لہٰذا ریاست کو ان کے استعمال کی تنظیم کرنی چاہیے تاکہ ان وسائل کے استعمال میں کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو اور طاقتور ان وسائل کی ملکیت میں کمزور سے بالا تر نہ ہو۔

چہارم: لامحدود ذخائر کی انفرادی ملکیت جائز نہیں

معاشرے کی ضروریات جو اس حدیث میں بیان کی گئی ہیں: **«المسلمون شركاء في ثلاث: في الماء، والكلأ، والنار»** "مسلمان تین چیزوں میں شراکت دار ہیں۔ پانی، چراگاہیں اور آگ"۔ افراد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ انفرادی طور پر ان کے مالک بنیں۔ اس کی دلیل ترمذی کی روایت ہے کہ **«عن أبيض بن حمال، أنه وفد إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فاستقطعه الملح، فقطعه له، فلما أن ولّى، قال رجل من المجلس: أتدري ما قطعت له؟ إنما قطعت له الماء العِدَّ، أي: جبل ملح، أي الثروة الكبيرة التي لا تنقطع. قال: فانتزعه منه»** "ابیض نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ وہ ایک نمک کی کان لے لے۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی۔ مگر فوراً ایک صحابی نے ذکر کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے اس شخص کو کیا دے دیا ہے؟ جو آپ نے اس کو دیا ہے وہ بہتے پانی (کی طرح) ہے، یعنی نمک کا پہاڑ یعنی بہت بڑی دولت جو نہ ختم ہونے والی ہے۔ پھر راوی بیان کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے نمک کی کان کی ملکیت واپس لے لی"۔

جب نبی ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ لامحدود یعنی انتہائی وافر مقدار میں پائی جانے والی معدنیات کا معاملہ ہے، یعنی یہ نمک کا پہاڑ ہے، تو انھوں نے اسے واپس لے لیا اور اس کی انفرادی ملکیت کو منع کر دیا، کیونکہ یہ معاشرے کی ملکیت ہے۔ اس کا اطلاق تمام معدنیات پر ہوتا ہے، اور یہ صرف نمک کے لیے نہیں ہے۔

نمک کو بہتے پانی سے تشبیع اس کے لامحدود ہونے کی بنا پر دی گئی۔ جب نبی ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ لامحدود یعنی انتہائی وافر مقدار میں پائی جانے والی معدنیات کا معاملہ ہے، یعنی یہ نمک کا پہاڑ ہے، تو انھوں نے اسے واپس لے لیا اور اس کی انفرادی ملکیت کو منع کر دیا، کیونکہ یہ معاشرے کی ملکیت ہے۔ اس کا اطلاق تمام معدنیات پر ہوتا ہے، اور یہ صرف نمک کے لیے نہیں ہے۔ جہاں تک لامحدود معدنیات کی بات ہے تو اس دور میں انسانوں کی دریافت کردہ ایسی معدنیات کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، جیسے تیل، گیس، سونا، چاندی، تانبا، نمک، لوہا، ٹن، کوئلہ، سیسہ، یورینیم، المونیم وغیرہ۔ تو یہ وہ سٹریٹیجک معدنیات ہیں جن کو استعمال کرنے کا حق معاشرے کے تمام انسانوں کا ہے کیونکہ یہ اس دولت میں سے ہیں جو انسانیت کے لیے اللہ نے تخلیق کی ہے، وہ خزانے جو اللہ نے انسانوں کے لیے زمین کے اندر رکھے ہیں۔ یہ خام مال ریاست کو دیگر حساس وسائل پر اپنی اتھارٹی کو بروئے کار لانے کی صلاحیت مہیا کرتا ہے جیسے، مالیاتی امور، تعمیراتی صنعت، فوجی صنعت، خلائی تحقیق اور دولت کا حصول۔ اس لیے اسلام نے ان وسائل کا احاطہ ایسے قوانین سے کیا ہے جو ان سے فائدہ اٹھانے کے حق کا تعین کریں۔ اسلام معاشرے کے تمام افراد کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ ان کو ہر اس طریقے سے استعمال میں لائیں، جو ریاست معاشرے کے لیے طے کرے گی۔ یہ معاملہ فقہ کی کتابوں میں درج ہے۔

پنجم: کچھ وسائل ایسے ہیں جن کی تھوڑی مقدار کی انفرادی ملکیت بھی جائز نہیں

کچھ معدنیات جو محدود تعداد میں موجود ہوں، ان کی انفرادی ملکیت جائز ہے اور ان کو رکاز تصور کیا جاتا ہے (یعنی زمین میں دفن خزانہ جس کا مالک معلوم نہ ہو) اور اس پر خمس (پانچواں حصہ) دینا واجب ہے۔ نبی ﷺ سے لُقط کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: **«ما كان في طريق مأتيٍّ، أو في قرية عامرة، فعرِّفها سنة، فإن جاء صاحبها، وإلا فلك، وما لم يكن في**

طريق مأتيٍّ، ولا في قرية عامرة، ففيه وفي الركاز الخُمس» "وہ چیز جو مصروف سڑک یا آباد گاؤں میں ملے، اس کا ایک سال تک اعلان کرو۔ اگر مالک نہ ملے تو لے لو۔ وہ چیز جو مصروف سڑک یا آباد گاؤں کے علاوہ ملے اس پر خمس ہے کیونکہ وہ رکاز ہے"۔(نسائی)

اسی طرح ایک شخص چشمے کا مالک بن سکتا ہے اگر معاشرے کو اس کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کو سڑک، پیدل چلنے کے راستے، سمندر کے کنارے یا کسی ایسی جگہ کی ملکیت کی اجازت نہیں جو معاشرے کے استعمال میں ہو۔ وہ شخص ان کا استعمال کر سکتا ہے مگر مالک نہیں بن سکتا مثلاً سڑک پر یا مسجد میں بیٹھنا، سمندر یا دریا میں مچھلی کا شکار کرنا یا باغ میں بیٹھنا۔۔۔ جوں ہی وہ اس جگہ سے جائے گا، اس کا اس جگہ سے فائدہ اٹھانا ختم ہو جائے گا اور اب وہ اس جگہ پر موجود نہیں ہو گا، اس کی جگہ شاید کوئی دوسرا شخص آکر فائدہ اٹھائے گا اور ریاست اس کو منظم کرے گی۔

عوامی ملکیت سے متعلق ریاست کی ذمہ داری:

ریاستِ خلافت براہِ راست لوگوں کے معاملات کی ذمہ دار ہے اور لوگوں کے معاملات میں انفرادی اور اجتماعی املاک کی حفاظت شامل ہے اور املاک کی حفاظت میں عوامی ملکیت پر قبضہ سے حفاظت بھی ہے۔ علاوہ ازیں، دیگر احکام بھی موجود ہیں جو عوامی ملکیت کے استعمال سے متعلق ہیں اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس کے عوام کی دسترس میں ہونے کی یقین دہانی کراتے ہیں۔ ریاستِ خلافت کی عوامی ملکیت سے متعلق ذمہ داری کی تفصیل کچھ یوں ہے:

اوّل: عوامی املاک کو قبضے اور ضائع ہونے سے بچانا

ریاستِ خلافت براہِ راست لوگوں کے معاملات کی ذمہ دار ہے اور لوگوں کے معاملات میں انفرادی اور اجتماعی املاک کی حفاظت شامل ہے اور املاک کی حفاظت میں عوامی ملکیت پر قبضہ سے حفاظت بھی ہے۔ علاوہ ازیں، دیگر احکام بھی موجود ہیں جو عوامی ملکیت کے استعمال سے متعلق ہیں اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس کے عوام کی دسترس میں ہونے کی یقین دہانی کراتے ہیں۔

ریاست کسی کو عوامی املاک غصب کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ ریاست کی یہ شرعی ذمہ داری ہے کہ اس کی حفاظت کرے اور کسی لالچی یا مفسد کو کسی املاک، عوامی سہولت، مشین، سڑک، دریا کے بند یا ایسی عوامی استعمال کی کسی املاک کو تباہ کرنے نہ دے۔ حاکم کو اجازت نہیں کہ عوامی ملکیت کے کسی بھی حصے کا مالک بن جائے یا اپنے رشتہ داروں میں بانٹ دے۔ مجلس امت، محکمۂ مظالم اور امت کو چاہئے کہ اس کا احتساب کرے۔

الماوردی نے بیان کیا «والذي يختص بنظر المظالم يشتمل على عشرة أقسام: فالقسم الأول: النظر في تعدِّي الولاة على الرعية... والقسم الخامس: رد الغُصوب (أخذ مال متقوَّم محترَم بلا إذن مالكه دون خفية)، وهي ضربان: أحدهما: غصوب سلطانية، قد تغلب عليها ولاة الجور، كالأملاك المقبوضة عن أربابها، إما لرغبة فيها، وإما لتعدٍّ على أهلها. فهذا إن علم به والي المظالم عند تصفح الأمور أمر برده قبل التظلُّم إليه، وإن لم يعلم به فهو موقوف على تظلُّم أربابه» "اور وہ جو مظالم کے بارے میں ہے، 10 حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ والیوں کے عوام پر ظلم سے متعلق ہے۔۔۔اور پانچواں حصہ غاصب (زبردستی مال پر قبضہ کرنے والے) سے متعلق ہے جس کی دو قسمیں ہیں جن میں سے ایک حکمران کا غصب ہے، جب وہ مال ہڑپ کر لے کیونکہ وہ اسے پسند تھا یا وہ اصل مالک کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔ اگر مظالم کے والی کو اس کا علم ہو، تو اس پر واپسی دلانا واجب ہے اس سے قبل کہ وہ بھی مظالم کی زد میں آجائے، اور اگر اس کو علم نہ ہو، تو اس پر واپسی دلانا واجب نہیں"۔ (احکام السلطانیہ 103-101)۔

دوم: سہولیات کے استعمال کی تنظیم کے لیے مداخلت کرنا

ریاست کی طرف سے یہ مداخلت اس نوعیت کی ہے کہ جیسے سڑکوں یا چوراہوں پر پارکنگ کی جگہ مختص کرنا، پیدل چلنے کے راستے کو مختص کرنا، بازاروں میں بیٹھنے کی جگہ مختص کرنا، سمندر میں مچھلی کے شکار یا تیراکی کی جگہ مختص کرنا یا کان سے نمک نکالنا۔ ان معاملات میں

ریاستی دخل ضروری ہے تاکہ ہر شہری اپنی ضروریات کے لحاظ سے اپنا حصہ لے سکے، کسی کمزور کا حق نہ مارا جائے اور ان سہولیات کے استعمال میں لڑائی جھگڑے نہ ہوں۔

سوم: عوامی ملکیت کے استعمال میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے والوں کے درمیان تصفیہ کرنا

یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ملکیتِ عامہ سمیت دنیاوی چیزوں سے بڑھ چڑھ کر فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ چونکہ عوامی ملکیت مشترک ہے اور اس کے لیے کوئی فی کس حصہ مختص نہیں کیا گیا تو اس سے معاشرے میں تنازعات جنم لے سکتے ہیں۔ پس ریاست دخل اندازی کرتی ہے تاکہ حقوق کی حفاظت ہو سکے اور تنازعات کو حل کیا جائے۔ یہ ریاست کی ذمہ داری اور اس کا حق ہے۔ عوامی ملکیت پر بیٹھ جانے والے کے بارے میں امام احمد کہتے ہیں: « وإن قعد وأطال منع من ذلك لأنه يصير كالممتلك... وإن استبق إليه اثنان احتمل أن يقرع بينهما، واحتمل أن يقدم الإمام من يرى منهما. وإن كان الجالس يضيق على المارة؛ لم يحلَّ له الجلوس فيه، ولا يحل للإمام تمكينه بعِوَض، ولا غيره» "اور اگر بیٹھنے سے وہ چیز دوسروں کے لیے منع ہو جائے تو یہ ملکیت بنانے کی طرح ہے۔۔۔اور اگر اس پر دو لوگ ہوں تو قرعہ اندازی کی جا سکتی ہے یا امام دونوں میں سے اس کو دے دے جس کے بارے میں سمجھے کہ یہ زیادہ حقدار ہے۔ اگر بیٹھنے سے گزرگاہ تنگ ہو جائے تو اس پر بیٹھنا جائز نہیں اور امام کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کو اس کا معاوضہ یا کچھ اور دے"۔ (ابن قدامہ نے المغنی میں ذکر کیا-6/63)۔

چہارم: عوامی ملکیت میں سے حمیٰ کرنا

خلیفہ اور ریاست کے پاس حق ہے کہ وہ عوامی ملکیت کے کچھ حصے کو رعایا کی ایک خاص ضرورت کے لیے مخصوص کر لے، جیسا کہ آجکل ہوتا ہے۔ ابنِ عباس

یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ملکیتِ عامہ سمیت دنیاوی چیزوں سے بڑھ چڑھ کر فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ چونکہ عوامی ملکیت مشترک ہے اور اس کے لیے کوئی فی کس حصہ مختص نہیں کیا گیا تو اس سے معاشرے میں تنازعات جنم لے سکتے ہیں۔ پس ریاست دخل اندازی کرتی ہے تاکہ حقوق کی حفاظت ہو سکے اور تنازعات کو حل کیا جائے۔

نے صعب بن جثامہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **«لا حمى إلا لله ولرسوله»** "حمیٰ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے"۔ (فتح الباری، شرح صحیح بخاری)۔ ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا: في الحديث الذي يحدثه الصعب بن جَثَّامة عن النبي صلى الله عليه وسلم يذهب إلى أن للإمام أن يحمي ما كان لله، مثل حِمى النبي صلى الله عليه وسلم ، ومثل ما حمى عمر، يقول هذا كله داخل في الحِمى "ابنِ جثامہ نے جو حدیث نبی ﷺ سے روایت کی، یہ امام کے لیے ہے کہ وہ جو اللہ کا ہے اسے حمیٰ کر سکتا ہے، جیسے نبی ﷺ نے حمیٰ کیا اور جیسے عمرؓ نے حمیٰ کیا، یہ سب حمیٰ میں شامل ہے"۔ (اموال 299، الاحکام السلطانیہ 234-233)۔

ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا کہ حمیٰ دو طریقوں سے اللہ اور اور اس کے رسول کے لیے ہے۔ اول یہ کہ زمین اللہ کی راہ میں گھوڑوں کے لیے ہے اور نبی ﷺ نے بھی ایسے ہی کیا۔ دوم یہ کہ زکوٰۃ کے لیے زمین کی حفاظت ضروری ہے اور عمرؓ نے بھی ایسے ہی کیا۔ اور یہ اس چیز کی طرف اشارہ ہے جو بخاری اور ابو داؤد نے نبی ﷺ کے "النقیع" کے حمیٰ کرنے کے متعلق روایت کیا۔ (الماوردی: احکام السلطانیہ، ص 233)۔

حمیٰ سے مراد ہے: خالی زمین کو عوامی مفاد کے لیے مختص کرنا، جو عوامی ضروریات کے لیے زمین کے استعمال کے علاوہ ہے۔ لیکن اس سے حمیٰ کردہ زمین انفرادی ملکیت یا ریاستی ملکیت نہیں بن جاتی، عوامی ملکیت ہی رہتی ہے۔ عوامی ملکیت میں عوامی مباحات اور وہ سب کچھ شامل ہے جسے عوامی مفاد کے لیے روکا گیا ہو۔ (ڈاکٹر رفیق یونس: اسلامی معیشت کے اصول، ص 45-44)۔

نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی جہاد کے گھوڑوں اور زکوٰۃ کے اونٹوں کے چرانے کے لیے زمین کو حمیٰ کیا جاتا تھا۔ آج زمین کو اسی طرح کے مقاصد کے لیے حمیٰ کیا جا سکتا ہے جیسے جہاد کے لیے فوجی تنصیبات، بیرکیں، تربیتی کیمپ، نشانہ بازی وغیرہ کے لیے۔

پنجم: زمین کے مالکانہ حقوق کی تنظیم (بنجر زمین کی آبادکاری)

اسلام بنجر زمین کی آبادکاری کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اس حوالے سے نبی ﷺ نے فرمایا: **«من أحيا أرضًا ميتة فهي له»** "جس کسی نے بنجر زمین آباد کی، وہ اس کی ہوگئی"۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری 5/23)۔ ایک اور روایت میں فرمایا **«من أعمر أرضًا ليست لأحد، فهو أحق بها»** "جس نے ایسی زمین کاشت کی جو کسی کی ملکیت نہیں، وہ اس پر زیادہ حق رکھتا ہے"۔ (البیہقی: سنن الکبریٰ 6/ 146)۔

حمیٰ کے بارے میں شافعی رائے ہے: كل ما لم يكن عامرًا (معمورًا)، ولا حريمًا لعامر (ما أضيف إليها وكان من مرافقها؛ وسمي به لأنه يحرم منع صاحبه منه]، فهو موات وإن كان متصلًا بعامر. وقال أبو حنيفة: الموات ما بعُد من العامر،ولم يبلغه الماء. وقال أبو يوسف: الموات كل أرض إذا وقف على العامر منادٍ بأعلى صوته، لم يسمع أقرب الناس إليها في العامر۔ "جو زمین غیر آباد ہے اور کسی استعمال میں نہیں، یہ سب بنجر زمین ہے چاہے قابل کاشت زمین سے متصل ہی کیوں نہ ہو۔ ابو حنیفہ نے کہا: بنجر زمین وہ ہے جو آباد زمین سے دور ہے اور وہاں پانی نہیں پہنچتا۔ ابو یوسف نے کہا: بنجر زمین وہ ہے کہ اگر ایک شخص اس پر کھڑے ہو کر چیخے، تو نزدیک ترین آبادی میں لوگوں کو سنائی نہ دے"۔ (الماوردی: الاحکام السلطانیہ 223)۔ الماوردی کے نزدیک ہمسائے اور دور کے رہنے والے، زمین کی آبادکاری میں برابر ہیں۔ امام مالک کے نزدیک ہمسایوں کا حق زمین کی آبادکاری کے لیے دور والوں سے زیادہ ہے۔ (الاحکام السلطانیہ 233)۔

زمین کی آبادکاری کو اب زمین کی بحالی کہا جاتا ہے اور ریاستیں اس میں کافی کوشش کر رہی ہیں۔ وہ آبادکاری

> اسلام بنجر زمین کی آبادکاری کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اس حوالے سے نبی ﷺ نے فرمایا: **«من أحيا أرضًا ميتة فهي له»** "جس کسی نے بنجر زمین آباد کی، وہ اس کی ہوگئی"۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری 5/23)۔ ایک اور روایت میں فرمایا **«من أعمر أرضًا ليست لأحد، فهو أحق بها»** "جس نے ایسی زمین کاشت کی جو کسی کی ملکیت نہیں، وہ اس پر زیادہ حق رکھتا ہے"۔ (البیہقی: سنن الکبریٰ 6/ 146)۔

کی حوصلہ افزائی کے لیے قانون بناتی ہیں تاکہ قوانین کے ذریعے لوگوں کو ٹیکس اور ڈیوٹی میں چھوٹ دی جائے، اسی طرح انفراسٹرکچر کی تعمیر اور سستی بجلی کی فراہمی کے ذریعے بھی وہ مدد فراہم کرتی ہیں۔

خلیفہ اس بنجر زمین سے حمیٰ کر سکتا ہے۔ ابو یوسف نے امیر المومنین ہارون الرشید سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: وسألتَ يا أمير المؤمنين عن الأرضين التي افتتحت عنوة، أو صولح عليها أهلها... وليست بملك لأحد، ولا في يد أحد، فهي موات، فمن أحياها، أو أحيا منها شيئًا، فهي له. ولك أن تقطع ذلك من أحببت ورأيت، وتؤاجره، وتعمل فيه بما ترى أنه صلاح. وكل من أحيا أرضًا مواتًا فهي له. وقد كان أبو حنيفة رحمه الله يقول: من أحيا أرضًا مواتًا فهي له إذا أجازه الإمام. ومن أحيا أرضًا مواتًا بغير إذن الإمام فليست له، وللإمام أن يخرجها من يده، ويصنع فيها ما رأى من الإجارة والإقطاع وغير ذلك۔ "اے امیر المومنین آپ نے ان زمینوں کے بارے میں پوچھا جن کو طاقت سے یا معاہدے سے کھولا گیا اور وہ کسی کی ملکیت نہیں، کسی کے قبضے میں نہیں۔ اگر کوئی یہ بنجر زمین یا اس کا حصہ آباد کرے، تو وہ اس کا ہے اور آپ کو اجازت ہے کہ اسے دوسروں پر منع کر دیں یا کرائے پر دے دیں۔ ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ جو کوئی بنجر زمین آباد کرے وہ اس کی ہوئی، اگر امام اجازت دے دے۔ اگر وہ اجازت نہ دے تو وہ اس کی نہیں اور امام چاہے تو اس سے لے لے" (الخراج 64-63)۔

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے مطابق بنجر زمین کی ملکیت کے لیے امام کی اجازت مطلوب ہے کیونکہ لوگوں کے امور کی ذمہ داری امام پر ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ابو حنیفہ کی رائے زیادہ موزوں اور قابل قبول ہے کیونکہ لوگ جذبات، خود غرضی اور ارادوں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ وقت کے ساتھ بنجر زمین میں کمی اور تعمیرات میں اضافے کی وجہ سے تنازعات کا امکان مزید بڑھ جائے گا۔ اسی وجہ سے اس امر سے بچنے کے لیے ناگزیر ہے کہ ریاست اس میں دخل دے اور زمین کی آبادکاری کو منظم کرے تاکہ انتشار نہ پھیلے۔

وہ جو بنجر زمین کو کاشت کرے، پھر اسے تین سال تک نظر انداز کر دے، ریاست اس سے زمین لے کر کسی

اور کو دے سکتی ہے۔ اس کی دلیل نبی ﷺ کے یہ الفاظ ہیں: **«من أحيا أرضًا ميتة فهي له، وليس لمحتجر حق بعد ثلاث سنين»** "جس نے بنجر زمین کاشت کی، وہ اس کی ہوئی، اور مردہ زمین کو پتھر رکھ کر اپنی ملکیت بنانے والے کا تین سال بعد اس پر کوئی حق نہیں"۔ (الزیلعی، الرایہ مانومنٹ، 4/290)۔ امام شافعی کی مسند میں روایت ہے کہ عمر بن خطابؓ نے کہا: ليس لأحد إلا ما أحاطت عليه جدرانه، إن إحياء الموات ما يكون زرعًا، أو حفرًا، أو يحاط بالجدران، وهو مثل إبطاله التحجير، يعني ما يعمر به مثل ما يحجر۔ "کسی کا اس سے زیادہ حق نہیں کہ جتنی زمین کے گرد اس نے چار دیواری کر لی۔ بنجر زمین کی آبادکاری یہ ہے کہ اس پر کاشت کی جائے یا کنواں کھودا جائے یا دیواروں کے ذریعے اس کا احاطہ کر لیا جائے۔ (مسند الشافی، 382)۔ یہاں سے ریاستی عمل دخل کی اہمیت بڑھ جاتی ہے کہ ریاست کے پاس علم ہو کہ کون کاشت کر رہا ہے اور کون نہیں، اور پھر اس کے مطابق موزوں اقدام کیا جائے۔

عبداللہ ابن ابو بکر سے روایت ہے جاء بلال بن الحارث المزني إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستقطعه أرضًا، فقطعها له طويلة عريضة، فلما وُلِّي عمر قال له: "يا بلال، إنك استقطعت رسول الله أرضًا طويلة عريضة قطعها لك، وإن رسول الله لم يكن ليمنع شيئًا يُسأله، وإنك لا تطيق ما في يدك. فقال: أجل. قال فانظر ما قويتَ عليه منها فأمسكه، وما لم تطق فادفعه إلينا نقسمه بين المسلمين. فقال: لا أفعل والله شيئًا أقطعنيه رسول الله صلى الله عليه وسلم. فقال عمر: واللهِ لتفعلنَّ. فأخذ منه ما عجز عن عمارته فقسمه بين المسلمين۔ "بلال بن حارث مزنی نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے کچھ زمین لے لی۔ وہ کافی

یہ ریاستِ خلافت کی ذمہ داری ہے کہ خود زمین حاصل کرے اور اسے آباد کرنے کے لیے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرے۔ پائپوں سے آبپاشی، بجلی کی فراہمی، اسپتال اور نقل و حمل مہیا کر کے ریاست کچھ لوگوں کو زمین آباد کرنے اور استعمال کرنے کے لیے دے سکتی ہے۔ اس سے بنجر علاقوں میں کام میں تیزی آئے گی اور بنجر پن میں کمی آئے گی جو آج کے معیشت دانوں کا لمحہ فکریہ ہے۔

وسیع تھی۔ عمرؓ کے دور میں انھوں نے بلال سے کہا، اے بلال! بے شک نبی ﷺ نے تمھیں ایک وسیع و عریض زمین دی ہے، اور جو کوئی نبی ﷺ سے سوال کرتا، وہ اس کو منع نہیں کرتے۔ لیکن جو تمہارے پاس ہے، اس کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ انھوں نے کہا، ہاں۔ عمر نے کہا، جو تم سنبھال سکتے ہو، رکھ لو اور باقی ہمیں دے دو تاکہ ہم مسلمانوں میں بانٹ دیں۔ انھوں نے کہا، اللہ کی قسم میں وہ آپ کو نہیں دوں گا جو مجھے خود رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ عمرؓ نے کہا، اللہ کی قسم تمہیں یہ کرنا پڑے گا۔ پھر عمرؓ نے وہ زمین ان سے لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دی"۔ (بیہقی، سنن الکبریٰ 6/246)۔ عمرؓ کی دخل اندازی بحیثیت خلیفہ تھی اسلیے کہ وہ اس کو بحیثیت نگہبان اپنا حق سمجھتے تھے، نہ کہ دوسروں کی ملکیت پر قبضہ کرنا۔

جہاں تک نئی زمین لینے کی بات ہے، اگر یہ عوام کے مفاد میں ہو تو ریاست یہ کر سکتی ہے اور پھر مالکان کو قیمت ادا کر دے، اگر وہ انفرادی ملکیت میں سے ہے۔

یہ ریاستِ خلافت کی ذمہ داری ہے کہ خود زمین حاصل کرے اور اسے آباد کرنے کے لیے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرے۔ پائپوں سے آبپاشی، بجلی کی فراہمی، اسپتال اور نقل و حمل مہیا کر کے ریاست کچھ لوگوں کو زمین آباد کرنے اور استعمال کرنے کے لیے دے سکتی ہے۔ اس سے بنجر علاقوں میں کام میں تیزی آئے گی اور بنجر پن میں کمی آئے گی جو آج کے معیشت دانوں کا لمحہ فکریہ ہے۔

ششم: وقف کانظام

وقف کے لغوی معنی روکنے کے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ عدالت نے روکنے سے منع کر دیا اور جیسے کہا جاتا ہے کہ مجھے روک دیا گیا اور مجھے روکے رکھا گیا۔ عمر نے نبی ﷺ سے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! مجھے خیبر میں ایک زمین ملی ہے جیسی میں نے آج تک نہیں لی۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، **«إن شئتَ حبستَ أصلَها وتصدقتَ بها، غير أن لا يُباع أصلُها، ولا يُبتاع، ولا يُوهَب، ولا يُورَّث»** "اگر تم چاہو تو اصل زمین کو روک سکتے ہو اور اس کے ذریعے صدقہ کر سکتے ہو، لیکن اصل زمین نہ تو بیچی جا سکتی ہے، نہ ہبہ کی جا سکتی ہے، نہ وراثت میں دی جا سکتی ہے"۔ تو عمر نے اسے غریبوں اور رشتہ داروں کے لیے، غلام آزاد کرنے کے لیے اور مہمانوں کے لیے صدقہ (وقف) کر دیا"۔ (البیہقی، سنن الکبریٰ 6/263، سنن نسائی، کتاب الاحباس، ص 612)۔

وقف کا تکنیکی معنی ہے: یہ ملکیت کی اصل کو (فروخت و منتقلی سے) روکنا ہے البتہ اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ جس شخص کو کسی کام کے لیے روکے رکھا جائے اسے وقف کہا جاتا ہے۔ جس مال کی حدبندی کر دی جائے اسے وقف کہا جاتا ہے۔ وقف شدہ مال کی مختلف قسمیں ہیں۔ وقفِ اہلی، وقفِ خیری، وقفِ سبیل۔

المغنی میں ابن قدامہ بیان کرتے ہیں وأكثر أهل العلم من السلف ومن بعدهم على القول بصحة الوقف. قال جابر: لم يكن أحد من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ذو مقدرة إلا وقف۔ "پچھلے زمانے کے اور بعد کے زیادہ تر علماء کی رائے کے

اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمانوں کے لیے وقف کرتا ہے تو وہ خود بھی استعمال کر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی ایک مسلمان ہے، جیسے مسجد جہاں وہ نماز پڑھ سکتا ہے، کنواں جس سے وہ پانی پی سکتا ہے، یہ عوامی ملکیت ہیں۔ لیکن اگر وہ وقف کچھ مخصوص لوگوں کے لیے ہی کرتا ہے، جیسے اپنی اولاد کے لیے، تو وقف ان ہی کے درمیان محدود رہے گا۔

مطابق وقف جائز ہے۔ جابرؓ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی ایک صحابی بھی ایسے نہ تھے کہ جو صاحبِ استطاعت ہوں اور انہوں نے وقف نہ کیا ہو"۔ (ابنِ قدامہ، المغنی 6/185)۔

اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمانوں کے لیے وقف کرتا ہے تو وہ خود بھی استعمال کر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی ایک مسلمان ہے، جیسے مسجد جہاں وہ نماز پڑھ سکتا ہے، کنواں جس سے وہ پانی پی سکتا ہے، یہ عوامی ملکیت ہیں۔ لیکن اگر وہ وقف کچھ مخصوص لوگوں کے لیے ہی کرتا ہے، جیسے اپنی اولاد کے لیے، تو وقف ان ہی کے درمیان محدود رہے گا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وقف پر کون ذمہ دار ہو گا، تو یہ وہی ہو گا جس نے اصلاً وقف کیا، یا اگر کسی کو اس نے نامزد کیا، اگر وقف عام (مطلق) نہیں ہے مثلاً یہ صرف بچوں، رشتہ داروں یا اولاد کے لیے ہے تو جو شخص بھی وقف کا ذمہ دار ہے، وہی اصل مالک کی وفات کے بعد وقف کی ملکیت کا فیصلہ کرے گا۔ ابنِ قدامہ نے کہا «إلى الموقوف عليه، أو إلى الله تعالى، فإن قلنا للموقوف عليه، فالنظر فيه إليه لأنه ملَّكه عينه ونفعه. وإن قلنا هو لله، **فالحاكم ينوب فيه، ويصرفه إلى مصارفه؛** لأنه مال الله؛ فكان النظر فيه إلى **حاكم المسلمين**، كالوقف على المساكين. وأما الوقف على المساكين، والمساجد، ونحوها، أو على من لا يمكن حصرهم واستيعابهم، فالنظر فيه إلى **الحاكم**؛ لأنه ليس له مالك متعين ينظر فيه، وله أن يستنيب فيه» "جس کے لیے وقف کیا گیا، یا اللہ کے لیے، اگر ان کی بات کی جائے جن کے لیے وقف کیا گیا تو اس کی ملکیت اور فائدہ کو پرکھا جائے گا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ یہ اللہ کے لیے وقف ہے، تو حاکم اس وقف کا ذمہ دار ہو گا اور وہ اس کو اخراجات میں خرچ کرے گا کیونکہ یہ اللہ کا مال ہے اور مسلمانوں کے حاکم کے سپرد ہے، گویا یہ

غریبوں کے لیے وقف ہے۔البتہ اگر وقف کرنے والا اللہ کے لیے نہیں بلکہ مثلاً غریبوں کے لیے وقف کرے، جیسے مسجد وغیرہ، کہ جس کی مخصوص ملکیت نہیں ہوسکتی، تو حاکم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرے کیونکہ اس کا کوئی خاص مالک نہیں جو اس کا خیال رکھے"۔(ابنِ قدامہ 6/ 243)۔

اس سے لگتا ہے کہ ابن قدامہ کا ماننا ہے کہ حکمران (خلیفہ) غریبوں کے وقف کا ذمہ دار ہے، مسجدیں اور وہ جس کا کوئی خاص مالک نہیں ہو سکتا کہ جو اس کی دیکھ بھال کرے۔ ریاست ہی عوامی حقوق اور عوامی دولت کی ذمہ دار ہے۔ عوامی ملکیت بھی اسی زمرہ میں آتی ہے۔ عمرؓ بن خطاب نے کہا: من أراد أن يسأل عن المال فليأتني، فإن الله تبارك وتعالى جعلني له خازنًا وقاسمًا۔ "جس کسی کو مال کے بارے میں سوال کرنا ہے، مجھ سے کرے۔اللہ نے مجھے مال کا خزانچی اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے"۔(ابنِ جوزی، تاریخ عمر بن خطاب، 87)۔

ریاستِ خلافت معاشرے کی نمائندہ ہوتی ہے۔ وہی خزانچی، خرچ کرنے والی اور نگہبان ہوتی ہے۔یہ مختلف اموال کی محافظ اور ملکیتوں کو مختلف انواع میں تقسیم کرنے والی ہوتی ہے۔ریاست اس کی اجازت نہیں دیتی کہ معاشرے کی ملکیت فرد کی ہو جائے، یا فرد کی ملکیت ریاست کی ہو جائے، جب تک کہ شرائط پوری نہ ہوں اور اس کی قیمت ادا نہ کی جائے، جیسے کسی سڑک کی تعمیر یا معاشرے کے لیے کسی تنصیب کی تعمیر کے لیے۔دوسرے الفاظ میں انفرادی ملکیت، عوامی ملکیت اور ریاستی ملکیت کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ریاست کی ہے، ماسوائے وہ حالات کہ جن کی اجازت شرع نے دی ہے، یعنی انتقالِ ملکیت میں مالک کو قیمت ادا کرنے کے بعد۔

ریاستِ خلافت معاشرے کی نمائندہ ہوتی ہے۔ وہی خزانچی، خرچ کرنے والی اور نگہبان ہوتی ہے۔ یہ مختلف اموال کی محافظ اور ملکیتوں کو مختلف انواع میں تقسیم کرنے والی ہوتی ہے۔ ریاست اس کی اجازت نہیں دیتی کہ معاشرے کی ملکیت فرد کی ہو جائے، یا فرد کی ملکیت ریاست کی ہو جائے، جب تک کہ شرائط پوری نہ ہوں اور اس کی قیمت ادا نہ کی جائے

ریاست کچھ ایسے بڑے منصوبے شروع کرتی ہے جو انفرادی استطاعت سے باہر ہوتے ہیں اور ضروری بھی ہوتے ہیں۔ یہ فطری امر ہے کہ افراد ان منصوبوں کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتے کہ جن میں کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے۔اس معاملے میں ریاستِ خلافت کی ذمہ داری ہے کہ ان منصوبوں کو شروع کرے، چلائے اور ان کی دیکھ بھال کرے کیونکہ لوگوں کی دیکھ بھال اور ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری ریاست کی ہے۔

ریاستِ خلافت ترقی کے لیے خود قدم اٹھاتی ہے، معیشتی سرگرمی صحیح خطوط پر استوار کرتی ہے، عوامی تنصیبات کو عوام دوست اور صاف بنا کر ان کی فراہمی کو آسان بناتی ہے، جیسے پانی کی صفائی، سمندری پانی کو قابلِ استعمال بنانا، فضائی آلودگی کو قابو کرنا وغیرہ۔

زیادہ تر منصوبے جو انفرادی اختیار سے باہر ہوتے ہیں وہ بھاری صنعت، ریلوے، سڑکوں کی تعمیر، ہوائی اڈوں کی تعمیر، پل، لمبی سرنگیں وغیرہ ہیں۔ریاستِ خلافت کا کام یہاں یہ کمی پورا کرنا اور ان کی تعمیر و دستیابی کی ذمہ داری اٹھانا ہے۔

ختم شد

سوال وجواب: جینیاتی (DNA) ٹیسٹ کی بنیاد پر بچے کا نسب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بجانب: نجم الدین نجارم

سوال:

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته،

اے ہمارے معزز شیخ! کیا کوئی شخص جینیاتی (DNA) ٹیسٹ کی بنیاد پر اپنے بچے کی ولدیت سے انکار کر سکتا ہے؟

بارك الله فيك

جواب:

وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته،

اولاً: اگر کسی معاملہ کے ثابت کرنے میں اختلاف ہو تو یہ جائز ہے کہ اس کو ثابت کرنے کے لئے سارے مثبت وسائل بروئے کار لائے جائیں جو اس ثبوت کا درست ہونا ممکن بنائیں ۔۔۔ ان طریقہ کار میں DNA ٹیسٹ، تحقیقات کے سائنسی ذرائع اور ثبوت حاصل کرنے کے وہ تمام ذرائع شامل ہیں جو کسی معاملہ میں صحیح رائے تک پہنچائیں، لیکن اگر کسی معاملے میں شرعی نصوص مخصوص رہنمائی کریں تب اس شرعی نص کی مکمل پابندی لازم ہو گی۔

انسان بشمول تمام جاندار میں DNA کی ساخت منفرد ہوتی ہے، یہ بل کھاتی ہوئی سیڑھیوں کی مانند دو فیتے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اس کے اطراف میں کاربوہائیڈریٹ اور فاسفیٹ پایا جاتا ہے، اور اس سیڑھی کے بیچ قدموں کی بناوٹ نائٹروجن بیس Nitrogenous bases پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر فیتہ شوگر، فاسفیٹ اور نائیٹروجن بیس کی یونٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر ایک یونٹ کو نیوکلیوسائڈ Nucleoside کہا جاتا ہے۔

یہ نیوکلیوسائڈز انتہائی دقیق انداز میں ترتیب وار موجود ہوتے ہیں، نیوکلیوسائیڈز سے بنے ان فیتوں کو مختلف اجزاء میں تقسیم کیا جاتا ہے جن کو جینز (genes) کہتے ہیں۔ ہر جین کی منفرد خصوصیت ہوتی ہے جو ایک خاص نوعیت کے پروٹین بنانے کی ہدایات جاری کرتی ہے، یہی پروٹین ہیں جن سے پھر جسم کی بافتیں tissues بنتے ہیں۔

یہ جینز یا "جینیاتی فنگر پرنٹس" ان وراثتی خصوصیات پر مشتمل ہوتی ہیں جو باپ سے بچوں میں منتقل ہوتی ہیں، اور ان کی مثال کسی بھی قدر کی مانند ہے جسے اللہ تعالی نے تخلیق کیا ہے اور دو انسانوں کی جینز کا موازنہ کر کے ان کے نسب کا تعین کیا جا سکتا ہے، اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ والد اور اس کے بیٹے کے ڈی این اے کے موازنے کا ٹیسٹ ٹھیک ٹھیک کیا گیا اور اس کے نتائج درست ہیں۔ اس عمل میں ہم اُن جینیاتی فنگر پرنٹ سے ہی جینیاتی حقائق کو اخذ کرتے ہیں جسے خالق نے انسان کے اندر رکھا ہے، جس کے ذریعے بیٹے اور باپ کا نسبی تعلق معلوم ہو جاتا ہے۔ البتہ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس ٹیسٹ کے نتائج میں غلطی کا امکان ہے، تجزیہ کے دوران، انسانی یا لیبارٹری میں تکنیکی غلطی، یا نمونہ میں کسی بھی آلودگی کی آمیزش، اس کے ساتھ نتائج کا معائنہ کرنے والے محقق کے کھرے ہونے پر 'شک' کہ کہیں وہ دوسرے عوامل کے زیرِ اثر تو نہیں آگیا ہے، یہ سب نتائج پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لہذا ضروری نہیں کہ ڈی این اے ٹیسٹ کے نتائج سو فیصد یقینی ہوں کیونکہ اوپر بیان کردہ عوامل کی وجہ سے نتیجے میں غلطی کا امکان ہے۔ اگر اوپر کی غلطیوں سے نمٹا جا سکتا ہو تو اس ٹیسٹ کو کسی بھی مسئلہ کے ثبوت کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے جس کے بارے میں کوئی شرعی نص وارد نہ ہوئی ہے، لیکن اگر شرعی نص موجود ہو تو اس پر من و عن عمل کرنا ہوگا۔

مثال کے طور پر، نامعلوم لاش کی شناخت کے لیے... یا ماں کے ہاں بچے کی پیدائش کی توثیق کے لئے، یا جب ہسپتالوں میں اختلافات کا سامنا ہو سکتا ہے... اس امور کی تصدیق کے لئے کسی بھی درست ذریعہ سے تحقیق کی جا سکتی ہے اور کسی بھی مناسب طریقہ جس سے شناخت اور توثیق ممکن ہو... جیسے ڈی این اے ٹیسٹ۔

یہ ٹیسٹ اس کے علاوہ ہے کہ اس علاقے کی سنجیدہ تفتیش عمل میں لائی جائے جہاں لاش پائی گئی، ہسپتال میں زچگی کے عملے سے تفتیش اور کسی بھی ذریعہ کے ساتھ مناسب توثیق، تاکہ حاصل شدہ معاملہ کی یقین دہانی حاصل ہو سکے... یہ سب جائز ہے کیونکہ ان کو ثابت کرنے کے لئے کوئی مخصوص شرعی نص وارد نہیں ہوئی، اور وہ عام قوانین کے تحت آتے ہیں۔ تاہم، اگر معاملہ کے بارے میں شرعی نص موجود ہو تو اس پر من و عن عمل کرنا ہوگا۔

دوئم: اب ہم آپ کے سوال کی طرف آتے ہیں کہ باپ کی طرف سے بچے کی ولدیت کے انکار کی صورت میں (نسب)... اس مسئلے کے بارے میں شرعی نص موجود ہے، لہذا صرف اسی پر عمل ہونا چاہئے، جیسا کہ مندرجہ ذیل سے واضح ہے:

1- ڈی این اے ٹیسٹ کے نتائج اس مسئلے کے ثبوت کے طور پر بروئے کار نہیں لائے جا

سکتے، کیونکہ کسی شوہر سے بچے کی نسبت یا اس سے انکار کے بارے میں اسلام میں دلائل موجود ہیں۔

2- ان دلائل کی بنا پر ہی نسب کا اعتبار یا انکار کیا جائے گا، اور ڈی این اے کی تحقیق کے معرضِ وجود آنے کے بعد جاری کردہ فتویٰ ان دلائل پر اثر انداز نہیں کرتے۔ اس موضوع پر خصوصاً مصر میں اور وقف کمیٹی کویت کی طرف سے فتاویٰ جاری کیے گئے ہیں۔ ان فتاویٰ میں سے کچھ نسب کے اقرار اور انکار کے لئے ڈی این اے ٹیسٹ کے استعمال کی اجازت دیتے ہیں اور کچھ صرف نسب سے انکار کی صورت میں اس ٹیسٹ کو بروئے کار لانے اجازت دیتے ہیں اور لیکن نسب کے ثبوت کے لئے اسے حجت نہیں سمجھتے۔ ان میں سے بعض نے ازدواجی تعلقات کی بنا پر نسب ثابت کرنے کے لئے اس ٹیسٹ سے استفادہ حاصل کرنے کی اجازت دی ہے، لیکن زنا کے معاملات میں وہ اس کی اجازت نہیں دیتے، اور کچھ جو مغربی ثقافت سے زیادہ مرعوب ہیں انہوں نے زنا کے معاملات میں بھی نسب ثابت کرنے کے لیے اس ٹیسٹ کی اجازت دی ہے!!

3- اس معاملے پر صحیح حکم وہ ہے جو شریعت نے خاص طور پر نسب کے موضوع کے بارے میں بیان کیا ہے، اور ہم نے "معاشرتی نظام" میں اس کی وضاحت کی ہے، "حسب نسب" کے موضوع میں ذکر کیا گیا ہے:

ایک شوہر کی بیوی جب نکاح کی تاریخ سے چھ مہینے بعد بچے کو جنم دے تو امکان ہوا کہ یہ بچہ اسی شوہر کا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے کہ (الولد للفراش) "بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر اس کی ولادت ہوئی"۔ یہ حدیث عائشہ سے بخاری اور مسلم میں منقول ہے۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ جب تک صورتِ حال یہ ہو کہ عورت ایک شخص کی زوجیت میں ہو اور نکاح کے چھ ماہ بعد ولادت ہوئی ہو تو وہ بچہ ہر حال میں شوہر ہی کا ہوگا۔

تاہم جب اس کی بیوی نکاح کے چھ ماہ یا اُس سے زیادہ مدت میں بچے کو جنم دے اور شوہر کو یہ یقین ہو کہ بچہ اُس کا نہیں ہے، تو شوہر کیلئے اجازت ہے کہ وہ بعض شرائط کی تکمیل کے ساتھ اس بچے کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔ اگر شوہر اِن شرائط کو پورا نہیں کرتا تو اُس کا بچہ قبول کرنے سے انکار کرنا قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ وہ بچہ اسی کا تسلیم کیا جائے گا خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے۔ یہ شرائط حسبِ ذیل ہیں:

1۔ یہ کہ بچہ زندہ پیدا ہوا ہو۔ ایک شوہر ایسے بچے کے نسب سے انکار نہیں کر سکتا جو زندہ پیدا نہ ہوا ہو کیونکہ مردہ پیدائش والے بچے کا نسب قبول نہ کرنے کیلئے کوئی شرعی حکم وارد نہیں ہوا۔

2۔ یہ کہ شوہر نے براہِ راست صریح طور پر، یا اشارۃً اُس کو اپنا بچہ قبول نہ کر لیا ہو۔ اگر شوہر صاف طور پر یا ڈھکے چھپے لفظوں میں بچے کو اپنا مان چکا ہو تو پھر اس کے بعد اب اُس کے انکار کا اعتبار نہیں ہوگا۔

3۔ شوہر کا یہ انکار مخصوص وقت اور مخصوص حالات میں کیا جائے۔ مخصوص وقت یا تو وقتِ ولادت ہے یا پھر بچے کی ضرورت کا سامان خریدنے کے وقت۔ اگر وہ ولادت کے وقت موجود نہ ہو تو پھر جب اسے ولادت کا علم ہو، اُس وقت۔ اِن اوقات اور احوال کے علاوہ اگر شوہر بچے کی ولدیت سے انکار کرے تو وہ قابلِ اعتبار نہیں ہوگا۔ جب عورت بچے کو جنم دے اُس وقت شوہر خاموش رہے اور باوجود ایسا کر سکنے کے، وہ انکار نہ کرے تو بچے کی ولدیت ثابت ہو گئی۔ اب شوہر اس کے نسب سے انکار نہیں کر سکتا۔ شوہر کا بچے کی ولدیت سے انکار کا یہ اختیار، اس جگہ اور وقت پر جہاں اسے ولادت کی اطلاع ہوئی اور اُس کے انکار کے امکان پر منحصر ہوتا ہے۔ جب اسے علم ہوا اور اُس کیلئے انکار کرنا ممکن بھی تھا، پھر بھی اُس نے ایسا نہیں کیا تو ولدیت ثابت ہو گئی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (الولد للفراش)" بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر اس کی ولادت ہوئی"۔ اگر شوہر یہ دعویٰ کرے کہ اسے ولادت کی خبر نہیں ہوئی کیونکہ وہ کسی ایسے مقام پر تھا جہاں اطلاع نہیں پہنچ پاتی جیسے وہ کسی اور بستی یا ملک میں ہو تو فیصلے کیلئے اُس کے دعوے پر اسے حلف دینا ہوگا کیونکہ اصل چیز ولادت سے باخبر ہونا ہے۔ لیکن شوہر کے بے خبر ہونے کا دعویٰ اُس وقت غیر معتبر ہوگا جب وہ کسی ایسی جگہ ہو جہاں خبر اُس سے چھپی نہ رہے، مثلاً وہ عورت کے ساتھ گھر میں ہی ہو۔ اگر شوہر یہ دعویٰ کرے کہ مجھے ولادت کی اطلاع تو تھی لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں بچے کے اپنا ہونے سے انکار کر سکتا ہوں، یا یہ کہ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ انکار فوراً ہی کیا جانا ہوتا ہے، تو اگر یہ اس نوعیت کا حکم ہے کہ جس سے عام افراد لاعلم ہوتے ہیں، تو شوہر کا دعویٰ قبول کر لیا جائے گا کیونکہ یہ حکم عام لوگوں کے علم میں نہیں ہے، جیسے اُن لوگوں کا معاملہ ہے جو اسلام میں حال ہی میں داخل ہوئے ہوں۔ کسی شخص کیلئے کسی بھی ایسے حکم سے اس

طرح بے خبر ہونا کہ اُس طرح کے اور لوگ بھی اس حکم سے غافل ہوں، جیسے ایک نو مسلم ، قابلِ معافی ہے۔ لیکن اگر اُس شخص جیسے افراد اس حکم سے بے خبر نہیں ہیں تو اُس شخص کی بے خبری کا اعتبار نہیں ہو گا۔

4 ۔اپنے بچے کو قبول کرنے سے انکار کرنے کے بعد لازمی ہے کہ لعان کی کارروائی کی جائے، یا وہ لعان ہی کے تحت بچے سے انکار کرے۔ بچے کی ولدیت سے اُس کا انکار مکمل لعان کے بغیر تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

اِن چار شرائط کی تکمیل کے بعد اب بچے کے نسب و ولدیت سے انکار ثابت ہو گیا اور بچہ اُس کی ماں کو دے دیا جائے گا۔ بخاری میں ابنِ عمر سے مروی ہے: **(أن رجلاً لاعن امرأته في زمن رسول الله وانتفى من ولدها ففرق رسول الله بينهما، وألحق الولد بالمرأة)** "ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اپنی زوجہ پر لعان کیا یعنی الزام لگایا اور بچے کو اپنا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے اُن کے درمیان علیحدگی فرما دی اور بچہ عورت کو دے دیا"۔

لفظ لعان دراصل لعن کا صیغہ ہے کیونکہ اس حلف میں شوہر اور بیوی پانچویں بار کی قسم میں اپنے آپ کو اگر وہ جھوٹے ہوں تو لعنت کرتے ہیں۔ اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: **(وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ)** " اور جو لوگ اپنی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور خود ان کے سوا ان کے گواہ نہ ہوں تو ہر ایک کی شہادت یہ ہے کہ پہلے تو چار بار خدا کی قسم کھائے کہ بے شک وہ سچا ہے۔ اور پانچویں بار یہ (کہے) کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔ اور عورت سے سزا کو یہ بات ٹال سکتی ہے کہ وہ پہلے چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بے شک یہ جھوٹا ہے۔ اور پانچویں دفعہ یوں (کہے) کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب (نازل) ہو"۔ (سورۃ النور، آیات: 6-9)

اس انکار کی شرائط اگر پوری نہ ہوتی ہوں تو یہ انکار قبول نہیں کیا جائے گا اور بچے کی ولدیت و نسب شوہر ہی کا رہے گا نیز اُس پر والد ہونے کے تمام احکام کا اجراء ہوتا رہے گا۔ یہ ہیں نسب سے متعلق شرعی احکامات اور صرف انہی دلائل پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔"

اختتام

لہذا بچے کی نسبت سے ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے انکار نہیں کیا جاسکتا، اور صرف شرعی طور پر مندرجہ بالا شرائط کے مطابق ہی عمل کیا جاسکتا ہے۔

سوئم: یہ قابلِ ذکر ہے کہ اسلام نے نسب کو بہت اہمیت دی ہے، اور اس معاملے پر وسیع نصوص میں سے کچھ یہ ہیں:

بخاری نے سعدؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے یہ کہتے سنا: « مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ» " جو شخص خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کا بتاتا ہو، یہ جانتے ہوئے کہ یہ اس کا باپ نہیں ہے، تو جنت اس کے لئے حرام ہے۔" ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ لَمْ يَرَحْ رِيحَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ» " جو بھی اپنے باپ کے سوا کسی اور کے ساتھ اپنا نسب بیان کرتا ہے وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا جب اس کی خوشبو پانچ سو سال کے فاصلے سے آئے گی۔" نسائی نے اپنی سنن الکبریٰ میں ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ کہتے سنا ہے: «حِينَ نَزَلَتْ آيَةُ الْمُلَاعَنَةِ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَدْخَلَتْ عَلَى قَوْمٍ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ، فَلَيْسَتْ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ، وَلَنْ يُدْخِلَهَا اللهُ جَنَّتَهُ، وَأَيُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهُ، وَهُوَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ احْتَجَبَ اللهُ مِنْهُ، وَفَضَحَهُ عَلَى رُءُوسِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ» " جب لعان کی آیت نازل ہوئی تھی: کوئی عورت جو اپنے بچے کو ایک نسبت دے جو اس بچے کی نہیں ہے، اس عورت کے لیے اللہ کی طرف سے کچھ (رحمت و عنایت) نہیں ہے، اور وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اور جو شخص اپنے بچے کے نسب سے انکار کرے، جبکہ وہ جانتا ہے کہ یہ اسی کا بیٹا ہے، تو اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے گا، اور اللہ اس کو لوگوں کے سامنے ذلت دے گا"۔

آپکا بھائی

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

7 ربیع الثانی 1439

25/12/2017

ختم شد

سوال وجواب: کیا سود (رِبا) صرف چھ اقسام کی اشیاء میں وقوع پزیر ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:

السلام علیکم

ہمیں اپنے ایک بھائی محسن الجدابی، صنعاء یمن، سے ایک سوال موصول ہوا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «أي قرض جر منفعة فهو ربا» "ہر وہ قرض جس سے کوئی فائدہ (منافع) اٹھایا جائے سود ہے"۔ ہمیں حدیث میں وضاحت ملتی ہے کہ سود (ربا) سونے، چاندی اور کچھ اقسام کی اشیاء (کھجور، کشمش، گندم اور جوَ) میں وقوع پزیر ہوتا ہے۔ لہذا، کیا سود (ربا) کاغذ کے نوٹوں میں وقوع پزیر نہیں ہوتا کیونکہ یہ کاغذی نوٹ سونے اور چاندی سے منسلک نہیں ہوتے؟ مثال کے طور پر، کیا کسی شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کو ایک ٹن لوہا قرض دے اور پھر لوہے کی واپسی کی درخواست کرے لیکن ایک ٹن کے بجائے ڈیڑھ ٹن واپس مانگے؟

اللہ آپ کو اجر دے۔

الا المقتعری

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جی ہاں، سود(ربا) صرف چھ اقسام کی چیزوں: کھجور، گندم، جوَ، نمک، سونا اور چاندی کے علاوہ اور کسی چیز میں وقوع پزیر نہیں ہوتا ہے، مگر یہ اس وقت ہے جب یہ معاملہ تجارت(بیع) اور پیشگی فروخت (السَلَمْ) میں ہو۔ لیکن اگر معاملہ قرض کا ہو، تو سود ہر قسم کی چیزوں میں ہو سکتا ہے۔ یہ حرام ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو قرض کے طور پر کوئی چیز دے اور واپسی کے لئے زیادہ یا کم کی توقع رکھے، یا کسی مختلف چیز کی توقع رکھے۔ قرض کا یا کوئی بھی چیز جو ادھار لی گئی ہو اس کی واپسی اصل قیمت اور چیز کی اصل قسم میں ہونا لازم ہے۔

سود(ربا) صرف چھ اقسام کی چیزوں: کھجور، گندم، جوَ، نمک، سونا اور چاندی کے علاوہ اور کسی چیز میں وقوع پزیر نہیں ہوتا ہے، مگر یہ اس وقت ہے جب یہ معاملہ تجارت(بیع) اور پیشگی فروخت(السَلَمْ) میں ہو۔ لیکن اگر معاملہ قرض کا ہو، تو سود ہر قسم کی چیزوں میں ہو سکتا ہے۔ یہ حرام ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو قرض کے طور پر کوئی چیز دے اور واپسی کے لئے زیادہ یا کم کی توقع رکھے، یا کسی مختلف چیز کی توقع رکھے

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سود(رِبا) صرف چھ اقسام کی چیزوں میں ہی وقوع پزیر ہو سکتا ہے، تو اس کا ثبوت اجماعِ صحابہ اور نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير، والتمر بالتمر والملح بالملح، مثلاً بمثل، سواء بسواء، يداً بيد، فإذا اختلفت هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يداً بيد» "سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جوَ کے بدلے جوَ، کھجوروں کے بدلے کھجور اور نمک کے بدلے نمک؛ ایک قسم کی چیز کے لئے وہی قسم، ایک مقدار کے لئے وہی مقدار اور ہاتھ کے ہاتھ (یعنی اُسی وقت) لیکن ان اشیاء سے مختلف اشیاء کو اپنی مرضی سے فروخت کیا جاسکتا ہے مگر ہاتھ کے ہاتھ (یعنی اُسی وقت)" (مسلم نے عبادۃ بن صامتؓ کے توسط سے روایت کیا ہے)۔ اجماعِ صحابہ اور حدیث کے مطابق مخصوص چیزیں سود(ربا) کے تابع ہیں؛ لہذا سود(ربا) اِن چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز میں وقوع پزیر نہیں ہو سکتا ہے۔ ان چھ چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز کے لین دین کے رِبا ہونے کے بارے میں ثبوت نہیں ملتا۔ للہذا، سود(ربا) صرف اِن ہی چھ چیزوں میں وقوع پزیر ہوتا ہے یعنی وہ چیزیں جو ایک ہی اصل سے ہوں اور جن کا بیان مندرجہ بالا ذکر کی ہوئی چھ چیزوں میں سے ہو صرف وہی سود کے وقوع ہونے کے اصول میں شامل ہیں لیکن اِن کے علاوہ اور کوئی چیز میں نہیں۔ للہذا، تجارت اور پیشگی فروخت (السلم) میں سود صرف اِن چھ اقسام کی چیزوں: کھجور، گندم، جوَ، نمک، سونے اور چاندی میں ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ عام نام ہیں للہذا ان کو کسی اور چیز پر قیاس (ایک حکم کو کسی اور حقیقت پر لاگو کرنا) کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن زکوٰۃ

کے متعلق ایسی احادیث موجود ہیں جن میں سونے اور چاندی کاذکر کرنسی کے طور پر کیا گیا ہے، یعنی اِن کا ذکر نہ صرف عام نام کے طور پر کیا گیا ہے بلکہ کرنسی کے طور پر بھی کیا گیا ہے، جنہیں ساز وسامان کی قیمتوں اور مزدوری کی اجرت ادا کرنے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ان نصوص (احادیث کی عبارتوں) سے، علت یہ نکالی گئی کہ؛ چونکہ سونے اور چاندی کے اندر کرنسی ہونے کی خصوصیت ہے لہٰذا کاغذی نوٹوں کو سونے اور چاندی پر قیاس کیا گیا ہے، کیونکہ ان کاغذی نوٹوں میں بھی کرنسی کے طور پر استعمال ہونے کی علت موجود ہے ۔چنانچہ حکم شرعی کے مطابق،اِن کاغذی نوٹوں پر سونے وچاندی کے مارکیٹ ریٹ کے حساب سے زکوۃ لاگو ہوگی ۔ علی بن ابی طالبؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «إذا كانت لك مئتا درهم، وحال عليها الحول، ففيها خمسة دراهم، وليس عليك شيء - يعني في الذهب - حتى يكون ذلك عشرون ديناراً، فإذا كانت لك عشرون ديناراً، وحال عليها الحول، ففيها نصف دينار» "اگر تمہارے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پرایک سال مکمل ہو چکا ہو،تو ان پر پانچ درہم زکوۃ ہے۔تمہیں سونے پر کچھ بھی ادا کرنا نہیں پڑے گا جب تک کے تمہارے پاس بیس دینار نہ ہوں اوراگراُن پر مکمل ایک سال گزر چکا ہے تو ان پر نصف دینار زکوۃ ہوگی "(ابو داؤد سے روایت ہے)۔ اور جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:«في كل عشرين ديناراً نصف دينار، وفي كل أربعين ديناراً دينار» "ہر بیس دینار پر آدھا دینار(زکوۃ)ہے،اور چالیس دینار پر ،ایک دینار ہے"۔اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:«فهاتوا صدقة الرقة، في كل أربعين درهماً، درهماً وليس في تسعين ومائة شيء، فإذا بلغت مائتين ففيها خمسة دراهم - ..» "رقہ کا صدقہ لاؤ، ہر چالیس درہم پرایک درہم،اور ایک سونوے پر کچھ نہیں، لیکن جب یہ مقدار دوسوپر پہنچ جائے تواس پر پانچ درہم زکوۃ لی جائے گی" (اسے احمد اور بخاری نے روایت کیا)۔

اور عبد الرحمن انصاری سے روایت ہے جنہوں نے کہا کہ صدقہ پررسول اللہ ﷺ کی کتاب اور عمرؓ کی لکھوائی ہوئی تحریر میں درج ہے:«والورِق لا يؤخذ منه شيء حتى يبلغ مئتي درهم... » "چاندی سے کچھ نہیں لیا جا سکتا جب تک کہ دو سو درہم تک نہ پہنچ جائے" (اسے ابو عبید نے روایت کیا)۔

چونکہ سونے اور چاندی کے اندر کرنسی ہونے کی خصوصیت ہے لہٰذا کاغذی نوٹوں کو سونے اور چاندی پر قیاس کیا گیا ہے، کیونکہ ان کاغذی نوٹوں میں بھی کرنسی کے طور پر استعمال ہونے کی علت موجود ہے۔ چنانچہ حکم شرعی کے مطابق،اِن کاغذی نوٹوں پر سونے وچاندی کے مارکیٹ ریٹ کے حساب سے زکوۃ لاگو ہوگی

یہ تمام احادیث سونے اور چاندی کے بطور کرنسی اور پیسے کی خصوصیت کی نشاندہی کرتی ہیں ،کیونکہ یہاں رِقہ کی اصطلاح استعمال کی گئی اورحدیث "ہر چالیس کے لئے ایک درہم" میں ان کے بطور کرنسی ہونے کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اورورِق،درہم اور دینار؛ تمام وہ اصطلاحات ہیں جو سونے اور چاندی کے سکّوں کے لئے استعمال کی جاتی تھیں یعنی کرنسی اور قیمت کے معنوں میں۔ احادیث میں ان اصطلاحات کے استعمال سے پتہ چلتا ہے کہ ان سے مراد کرنسی اور قیمت ہے۔اورزکوۃ، دیت ، کفارہ، چور کا ہاتھ کاٹنا اور دیگر احکامات ان دو خصوصیات کے ہونے کی وجہ سے سونے اور چاندی سے منسلک ہیں۔

اور چونکہ کاغذی نوٹ پیسے کے طور پر اپنائے گئے ہیں،اشیاء کی قیمت کے طور پر اور فوائد اور خدمات کی ادائیگی کے لیے،اور سونا اور چاندی اور دیگر تمام ساز و سامان کاغذی نوٹوں کی مدد سے خریدا جاتا ہے۔ اورچونکہ یہ کاغذی نوٹ سونے اور چاندی کی کرنسی اور قیمت ہونے کی خصوصیت پر پورا اُترتے ہیں،اور سونے اور چاندی پر زکوۃ کے واجب ہونے کی احادیث میں یہ بھی شامل ہیں۔لہٰذا، زکوۃ ان کاغذی نوٹوں پر بھی فرض ہے جیسا کہ سونے اور چاندی پر فرض ہے اور ان نوٹوں پر زکوۃ سونے اور چاندی کے حساب سے لی جائے گی۔جو بھی کاغذی نوٹوں کی ملکیت رکھتا ہے،اگر اس کے پاس بیس دینار سونے کی قیمت کے برابر کاغذی نقدی ہے،یعنی 85 گرام سونے کے برابرجو سونے کا نصاب ہے،یا دو سو درہم یعنی 595 گرام چاندی کے برابر نقدی ہے، جس پرایک سال گزر چکا ہو ، تو اس پر زکوۃ فرض ہے اور وہ اس کے دسویں حصے کا چوتھائی زکوۃ کے طور پر دے گا۔ سونے پر زکوۃ سونے میں ادا کی جاتی ہے،اور اُس قابل اعتماد کرنسی

میں جواُس کی نمائندگی کرتی ہو۔چاندی پر زکوۃ چاندی میں ادا کی جاتی ہے، اور اُس قابل اعتماد کرنسی میں جواُس کی نمائندگی کرتی ہو۔اسی طرح،سونے پر زکوٰۃ چاندی اور کاغذی نوٹوں میں ادا کی جا سکتی ہے جبکہ چاندی پر زکوۃ سونے اور کاغذی نوٹوں میں بھی ادا کی جاسکتی ہے کیونکہ یہ تمام پیسے اور قیمتیں ہیں ،لٰہذایہ ایک دوسرے کی جگہ لے سکتے ہیں اور یہ ایک دوسرے کی جگہ پر ادا کیے جاسکتے ہیں کیونکہ اس عمل سے مقصد ادا ہو جاتاہے۔

اور چونکہ ان کاغذی نوٹوں پرزکوٰۃ واجب ہے،اس لئے ان پر دیت،کفارہ ،چور کاہاتھ کاٹنے کے احکامات اور دیگر احکامات بھی لاگو ہونگے ۔لٰہذا سونے اور چاندی پر اُن کے کرنسی کے طور پر استعمال ہونے کی وجہ سے سود کے احکامات لاگو ہوتے ہیں نہ کہ اُن کے اشیاء کے طور پر استعمال ہونے کی وجہ سے،اوراسی لئے کاغذی نوٹوں پر سود کے احکامات ان کے کرنسی کے طور پر استعمال ہونے کی شرعی علت کی وجہ سے ہیں۔

جہاں تک قرض کا تعلق ہے،تو قرض ان چھ اشیاء میں جائز ہے اور ان کے علاوہ دوسری اشیاء میں بھی جائزہے جن کی ملکیت جائزہے یا جن کی ملکیت قانونی طریقے سے تبدیل ہوسکتی ہے،اور جب تک کہ ان اشیاء کے قرض سے منافع اُٹھانے کا عمل نہ کیا گیا ہو سود واقع نہیں ہوتا،کیونکہ حارث بن ابی اسامہ نے علیؓ سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ:«أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن قرض جر منفعة »"رسول ﷺ نے ہراُس قرض کو ممنوعہ قرار دیا ہے کہ جس میں منافع داخل ہو"۔

ایک اور روایت میں ہے:«كل قرض جر منفعة فهو ربا "ہر وہ قرض جس میں منافع داخل ہو سود ہے"۔ جو چیزاس سے مستثنیٰ ہے وہ قرض کو بغیر اضافے کے احسن انداز سے واپس کرناہے،جیساکہ

> اورچونکہ ان کاغذی نوٹوں پرزکوٰۃ واجب ہے،اس لئےان پر دیت،کفارہ،چورکاہاتھ کاٹنے کے احکامات اوردیگر احکامات بھی لاگوہونگے۔لٰہذاسونے اور چاندی پراُن کے کرنسی کے طور پر استعمال ہونے کی وجہ سے سود کے احکامات لاگوہوتے ہیں نہ کہ اُن کے اشیاء کے طور پر استعمال ہونے کی وجہ سے،اوراسی لئے کاغذی نوٹوں پر سود کے احکامات ان کے کرنسی کے طورپر استعمال ہونے کی شرعی علت کی وجہ سے ہیں۔

ابو داؤد نے ابی رفیع سے روایت کیا کہ:«استسلف رسول الله بكراً فجاءته إبل الصدقة فأمرني أن أقضي الرجل بكره فقلت لم أجد في الإبل إلا جملاً خياراً رباعياً فقال: أعطه إياه فإن خيار الناس أحسنهم قضاء»

"نبی ﷺ نے ایک جوان اونٹ قرض لیا اور پھر ان کے پاس کچھ صدقے کے اونٹ آئے ،تو آپﷺ نے مجھے حکم دیا کہ آدمی کو اس کا جوان اونٹ لوٹا دو،میں نے آپﷺ کو آگاہ کیا کہ مجھےایک اچھے خاصے چار سالہ اونٹ کے علاوہ کوئی اونٹ نہیں ملا۔تو آپﷺ نے فرمایا:اسے یہی دے دو،اور فرمایا بے شک وہ شخص سب سے بہتر ہے جو قرض لوٹانے میں سب سے بہتر ہے"۔ لٰہذا کوئی بھی قرض جو مندرجہ بالاذکر کی گئی چھ اشیاء یا دیگر چیزوں پر مشتمل ہو تو اسے مالک کو بغیر کسی "فائدے یا منافع" کے واپس کرنا چاہیئے ،ورنہ یہ سود ہوجاتا ہے۔ اسی طرح یہ جائز نہیں ہے کہ آپ ایک ٹن لوہا قرض لیں اور اسے ڈیڑھ ٹن لوہا واپس لوٹائیں،ورنہ یہ سود(ربا) ہوگا۔

مجھے امید ہے کہ انشا اللہ ،آپ کو جواب واضح ہوگیاہوگا۔

آپ کے بھائی،

عطاءبن خلیل ابو رشتہ

14 ربیع الثانی1439 ہجری

یکم جنوری2018 عیسوی

ختم شد

سوال وجواب: ملک شام کے شمال میں ترکی کے آپریشن "اولیو برانچ" (Olive Branch) کے پس پشت کیا عوامل ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: یہ دیکھا گیا تھا کہ فرات کے "آپریشن یوفریٹس شیلڈ" (Operation Euphrates Shield) کے بعد اور ترکی کے صدر اردگان کی جانب سے حلب سے دست برداری اور بشار کی حکومت کو حلب پر قبضہ کرنے دینے کے بعد ملک شام میں بڑی حد تک اردگان کی سرگرمیاں دھیمی پڑ گئیں تھیں البتہ اس نے ہفتہ 20 جنوری 2018 کو افرین شہر کی جانب بڑے جنگی سازوسامان کے ساتھ اور فضائی گولہ باری کرتے ہوئے دوبارہ "اولیو برانچ" نامی آپریشن شروع کردیا۔ 21 جنوری 2018 بروز اتوار ترکی کے چیف آف اسٹاف کی جانب سے بیان جاری کیا گیا: منصوبے کے مطابق آپریشن افرین ہفتے کو شروع ہوا، اور زمینی فوجی کارروائی اتوار کی صبح کو شروع ہوئی (ترک پریس 2018/01/21)۔ اور یہ آپریشن ابھی جاری ہے، چنانچہ آپریشن "اولیو برانچ" کے پس پشت کیا عوامل کارفرما ہیں، اللہ آپ کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔

جواب: اس سے قبل کہ ہم اس واقعہ کا تجزیہ کریں ہمیں اس اہم معاملے کی جانب توجہ کرنی ہوگی جو ترکی کی موجودہ پالیسی کو طے کرنے کی بنیاد بنی ہے اور یہ امر اردگان کے افعال و بیانات پر روشنی ڈالے گا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اردگان کی پالیسی واضح طور پر امریکہ نواز ہے اور وہ اقتدار میں رہنے کے لیے امریکہ کی حمایت کرتا ہے کیونکہ یہ امریکہ ہی تھا جو اس کو اقتدار میں لے کر آیا تھا۔ اس کا ثبوت ترک حکومت کے حمایتی اخبار الصباح نیوز پیپر نے 18 اپریل 2017 کو بیان کیا تھا: "امریکی صدر نے گذشتہ شب کو ترک صدر اردگان کو اپریل 16 کے ریفرنڈم اور دستوری و صدارتی نظام کی اصلاحات کے نتائج پر مبارکباد دینے کے لیے فون کیا تھا"۔

اردگان نے امریکی صدر کو بتایا کہ "اُس نے اس کی خاطر زبردست مہم چلائی تھی اور ذاتی طور پر اس کی نگرانی کی تھی"، اور امریکی صدر نے اردگان سے کہا کہ "میں اپنی دوستی کو بڑی اہمیت دیتا ہوں اور ایسی کئی اہم چیزیں ہیں جو ہم ایک ساتھ مل کر کریں گے"۔ اس طرح اردگان کی ملکِ شام میں پالیسی امریکی منصوبے میں تعاون و اشتراک کرنا ہے تاکہ بشار کے اقتدار کو مستحکم کرے اور جنگجوؤں پر دباؤ ڈال کر اُن کو اہم علاقوں سے دست بردار کروانا ہے جو بشار کی حکومت کے قدم جمانے کے لئے اہم ہیں۔ اس کی مثال حلب سے دست بردار ہونے کا اُس کا دیا حکم ہے اور یوں بشار حکومت کو مستحکم کرنا ہے، اس نے تنازعات گھڑے اور جنگجوؤں کو ان کے اپنے علاقوں سے ہٹا کر "آپریشن یوفریٹس شیلڈ" کے نام پر دوسرے علاقوں میں لڑنے کے لئے الجھایا تاکہ وہ اپنے علاقوں میں لڑنے کی جگہ دوسری جگہ چلیں جائیں اور حلب میں بشار حکومت کے فوجی باآسانی داخل ہو جائیں۔ ایک ایسے وقت میں جب بشار حکومت حلب پر حملہ آور تھی ترکی نے جانتے بوجھتے امریکی مرضی سے "آپریشن یوفریٹس شیلڈ" شروع کیا اور 2016 میں جرابلوس میں داخل ہوا جب سابقہ امریکی نائب صدر جو بائڈن نے انقرہ کا دورہ کیا اور 24 اگست 2016 کو ترک فوجی کارروائی اور مداخلت کے لئے کھلی امریکی حمایت کا اعلان کیا اور آپریشن یوفریٹس شیلڈ کے نام پر کُرد لوگوں کی حفاظت کے لئے تعینات کُردش حفاظتی دستوں کو ترک فوجی پوزیشن سے ہٹ جانے کو کہا۔ ہم نے 25 ستمبر 2016 کو سوال کے جواب میں تذکرہ کیا تھا کہ "امریکی منصوبہ جو حلب کے متعلق تھا اس کے مؤثر ہونے کے لیے ضروری تھا کہ ترک فوجیں دوبارہ محاصرہ کریں اور یہاں حلب کے محاصرے کو برقرار رکھنے کی خاطر امریکہ نے دو محاذوں پر کام کیا: اوّل، ترک افواج کو ملک شام کے شمال میں اتارا جائے، جس کی شروعات جرابلوس کے علاقے سے ہو، اسی دوران ترکی نے آپریشن یوفریٹس شیلڈ کا اعلان کردیا اور شمالی حلب سے ترک حمایت یافتہ باغیوں کو داعش سے لڑنے کی خاطر بلایا تاکہ حلب میں ہونے والے اصل معرکے کو کمزور کیا جاسکے! اور اس دوران آپس کی لڑائی کے لیے جتنے تنازعات کھڑے کیے جاسکتے ہوں کیے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ اپوزیشن کو حلب کے معرکہ سے دور لے جایا جاسکے"۔ اس طرح اردگان نے اپنے وفادار گروہوں کو حلب کے معرکہ سے دست بردار کرکے الباب کے علاقوں میں لڑنے کے لئے لے گیا تاکہ بشار حکومت کو حلب میں کم سے کم مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے سوائے ان چند مؤمنوں سے جو اس دوران ثابت قدم رہے، جبکہ اس دوران اکثر گروہ اردگان کی آواز پر یوفریٹس شیلڈ میں شامل ہوئے اور اب اردگان دوبارہ اسی غداری کو دوہرا رہا ہے۔

2-یہ کارروائیاں اب بھی جاری ہیں اور ترکی کی حالیہ کارروائی بشار حکومت کو اِدلب کے اہم علاقوں پر قبضہ کروانے کے لئے تعاون کا حصہ ہے۔ ترکی کے حکم سے اس کے وفادار جنگجو گروہوں کو افرین کے علاقے میں لڑنے پر مجبور کیا جارہا ہے تاکہ وہ ادلب کے علاقوں کو بشار حکومت سے بچانے کی کوشش نہ کرسکیں، جہاں مجرم بشار حکومت امریکہ کے اشتراک سے آگے بڑھ رہی ہے، لیکن دھوکہ دینے کے لیے یہ تاثر دیا جارہاہے جیسے اس آپریشن کے حوالے سے امریکہ و ترکی کے درمیان تناؤ کی کیفیت ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ امریکہ ترکی کی جانب سے ملک شام میں گھس رہا ہے اور اپنے ایجنٹ گروہوں کو تیار کر رہا ہے جس میں کُردش عوام کے حفاظتی دستے بھی شامل ہیں جو امریکہ سے جڑے "سیرین ڈیموکریٹک فورسز" میں اکثریت میں ہیں جس سے متعلق اردگان نے انسرلک Incirlik کا فوجی ہوائی اڈہ کھول دیا تھا۔ اس طرح اردگان آپریشن یوفریٹس شیلڈ کی سازش اور غداری کو دوبارہ دوہرانا چاہتا ہے تاکہ بشار حکومت کے لئے ادلیب میں داخلے کی راہ ہموار ہوجائے۔ آپریشن اولیو برانچ کا مقصد ادلیب میں بشار حکومت کے داخلے کی راہ ہموار کرنا ہے۔

بشار حکومت جب ادلیب کی طرف اور اس کے گرد ابوضھور ائر پورٹ کی جانب پیش قدمی کررہی ہے تو ایسے وقت میں اردگان نے لڑائی کو افرین میں دھکیل دیا ہے!!

اپوزیشن کے 25 ہزار جنگجو آپریشن میں شامل ہو رہے ہیں جیساکہ شامی جیش Sham Legion کے کمانڈر یاسر عبدالرحیم نے اس کی تصدیق کی ہے کہ فری سیرین آرمی کے 25 ہزار مسلح جنگجو افرین میں ترک فوجی کارروائی میں شریک ہورہے ہیں (رشیاء ٹوڈے 2018/01/23)، جس کا امریکہ کو علم ہے اور یہ اس کی منظوری سے ہورہا ہے۔ ترکی کے وزیر خارجہ (**Mevlüt Çavuşoğlu**) نے بیان دیا کہ اس نے ملک شام کا بحران اور بارڈر سیکوریٹی یونٹس (کُرد حفاظتی دستوں) کے موضوع پر امریکی سیکریٹری دفاع جیمس میٹس کے ساتھ پیر کی شام (15 جنوری 2018) کو کینیڈا میں گفتگو کی تھی۔ اُس نے کہا کہ اس نے امریکی سیکریٹری خارجہ ریکس ٹِلرسن سے بھی منگل کی شام (16 جنوری 2018) کو کینیڈا کے شہر وینکوور میں کوریائی خطے کے استحکام و تحفظ کی خاطر وزرائے خارجہ کے اجلاس کے موقع پر ملاقات کی، **Çavuşoğlu** نے کہا کہ جیمس میٹس نے ہمیں بتایا کہ "ہم سے درخواست کی گئی کہ ہم ایسی کسی چھپنے والی خبر کا یقین نہ کریں جو ملک شام کے شمال میں نئی فوج کی تشکیل کے متعلق ہو"، مزید اس نے کہا کہ "وہ بذاتِ خود اس معاملے کو دیکھ رہا ہے اور ہم سے رابطے میں رہے گا" (Anadolu news agency 17/1/2018)۔

3-اس بات کی گذشتہ دو دنوں میں آنے والے امریکی بیانات سے تصدیق ہوجاتی ہے۔ آپریشن "اولیو برانچ" اور افرین کا مسئلہ اور ترکی کی افواج اور آزاد شامی فوج (فری سیرین آرمی) کی نقل و حرکت مکمل امریکی و روسی منظوری (جو ملک شام میں امریکہ کے اشتراک سے داخل ہوا ہے) کے ساتھ ہورہی ہے۔ اور وہ بیانات یہ ہیں:

-ترک افواج کی افرین مہم کل بروز جمعہ کو شروع ہوئی، جس کے پہلے مرحلے میں جمعرات و جمعہ کی رات سے افرین پر بھاری گولہ باری جاری ہے، اس دوران روسی ملٹری پولیس کا افرین اور اس کے گردونواح کے علاقوں سے انخلاء شروع ہوا۔ الجزیرہ چینل کے مطابق ترک وزیر دفاع Nurettin Canikli سمجھتے ہیں کہ "یہ زمینی حملے کی شروعات ہے"۔۔۔ العربی الجدید نے ایک ترک ذرائع سے یہ معلومات حاصل کیں کہ :"ایک دوسری پیشکش بھی کی گئی کہ نظم ونسق کے متعلق روس اور ترکی کی مفاہمت ہوجائے تو اس کے عوض میں شہر کا کنٹرول ہاتھوں میں لے لیا جائے۔ ترک حکومت اپوزیشن گروہوں کو سوچی کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے دباؤ ڈال کر آپریشن "یوفریٹس شیلڈ" کی طرح کی صورت حال کو دوبارہ قائم کرنا چاہتی ہے، جبکہ روسیوں کا اصرار ہے کہ شہر کا کنٹرول ہاتھ میں لے کر بشار حکومت کو سونپا جائے اور اس میں کوئی بھی اپوزیشن فورس موجود نہ ہو اور یہ کہ بشار حکومت کو ادلیب صوبے کے علاقوں میں مزید پیش رفت کی اجازت دی جائے"۔

اس دوران ترکی کے وزیر دفاع Nurettin Canikli نے کل ایک ٹی وی کو دیئے گئے انٹرویو میں تصدیق کی کہ "ہم جانتے ہیں کہ روس بشار حکومت کی زبردست حمایت و تعاون کرتا ہے"۔۔۔ جہاں تک اس آپریشن سے ترکی کی امیدوں کا سوال ہے تو ترکی کے ذرائع نے العربی الجدید کو بتلایا کہ "آپریشن زیادہ سے زیادہ اگلے پانچ سے چھ ماہ تک چلے گا۔۔۔"، اسی ذرائع نے بتایا کہ "واشنگٹن سے سفارتی رابطے ٹوٹے نہیں ہیں" **(Al-Araby Al-Jadeed, 20/01/2018)**

روسی وزارت خارجہ نے کہا کہ "20 جنوری کو ترکی نے اپنی مسلح افواج کو شمال مغربی شام میں افرین کے مقام پر پیش قدمی کروائی۔۔۔ ماسکو اس خبر پر فکر مند ہے"۔ روسی وزارتِ خارجہ نے ایک بیان میں توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ "روس اس صورت حال پر باریکی سے نظر رکھے ہوئے ہے"۔ "روس ملکِ شام کے

بحران کا حل ڈھونڈنے سے متعلق اپنے موقف پر سنجیدہ ہے جو اس ملک کی علاقائی سالمیت اور خود مختاری کے احترام کی بنیاد پر ہو" (Rudaw, 20/01/2018)۔

امریکہ چاہتا ہے کہ ترک افواج کا آپریشن محدود میعاد اور علاقوں تک ہی رہے اور اس نے ترکی سے برداشت کا مظاہر ہ کرنے اور بقیہ آپریشن کو یقینی طور پر محدود مدت اور محدود دائرے تک رکھنے کی درخواست کی اور یہ کہ شہری جانوں کا کم سے کم نقصان کیا جائے۔"دفتر خارجہ کی ترجمان ہیتھر نوارٹ (Heather Nauert) نے کہا کہ 'ہم نے ترکی کو برداشت کا مظاہرہ کرنے کی درخواست کی اور وہ یہ بات یقینی بنائے کہ اس کے فوجی آپریشن کا ہدف اور طوالت محدود ہو اور کم سے کم شہری جانوں کا نقصان ہو'"۔امریکی سیکریٹری دفاع جیمس میٹس نے اتوار کے روز بتایا کہ ترکی نے امریکہ کو اس سرگرمی سے قبل اطلاع دی تھی اور توجہ دلائی کہ امریکہ ترکی کے ساتھ اس صورتِ حال کی پیش رفت پر مل کر کام کر رہا ہے۔ہیتھر نوارٹ نے کہا کہ "روسی وزیر خارجہ سرگئی لاروف اور اس کے امریکی ہم منصب ریکس ٹلرسن نے ملک شام کے شمالی علاقے کے استحکام کو برقرار رکھنے کے لئے اقدامات پر گفتگو کی ہے"۔ ترکی کے وزیر خارجہ نے امریکی ہم منصب کے ساتھ فوجی آپریشن پر گفتگو کی ہے، البتہ یہ نہیں بتایا کہ دونوں فریقین کے درمیان کیا بات چیت ہوئی ہے (BBC Arabic, 22/01/2018)۔

امریکی سیکریٹری خارجہ ریکس ٹلرسن نے کہا کہ اس کا ملک ترکی کے ساتھ مل کر ملک شام کے شمال میں محفوظ علاقہ قائم کرنے کی امید کرتا ہے تاکہ ترکی کو درکار تحفظ میسر ہو سکے۔ امریکی مرکزی کمانڈ کے سربراہ جنرل جوزف ووٹل نے تصدیق کی کہ ترکی نے اس کے ملک کو افرین میں اس کے فوجی آپریشن کے متعلق آگاہ کیا تھا اور توجہ دلائی کہ یہ شہر امریکی فوجی آپریشن کے دائرہ کے تحت نہیں آتا ہے۔

دفاع کے دفتر نے اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ وہ خطے کے متعلق ترکی کے خدشات کو سمجھتا ہے "تنازعہ کو بڑھاوا نہ دینے" کے متعلق بات کی ہے۔ (Russia Today, 23/01/2018)

-امریکی فوج کی سینٹرل کمانڈ نے کہا کہ ترکی نے انہیں ملک شام کے شہر افرین میں اپنے فوجی آپریشن کے متعلق آگاہ کیا ہے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ یہ شہر امریکی فوج کی کارروائیوں کے دائرہ میں نہیں آتا ہے۔جنرل جوزف ووٹل - امریکی سینٹرل کمانڈ کے کمانڈر نے اتوار کے روز ایک پریس بیان میں بتایا اور کہا کہ اس کا ملک ترکی فوجی کارروائی کے علاقہ سے متعلق فکر مند نہیں ہے (Quds Press, 21/01/2018)۔

-امریکی سیکریٹری خارجہ ریکس ٹلرسن نے کہا کہ اس کا ملک ترکی کے ساتھ مل کر ملک شام کے شمال مغربی علاقہ میں محفوظ زون بنانے کی امید کرتا ہے تاکہ ترکی کی حفاظتی ضروریات کو پورا کیا جاسکے اور یہ بیان ترک افواج اور فری سیرین آرمی کی جانب سے آپریشن اولیو برانچ شروع کیے جانے کے تیسرے دن آیا۔ملک شام کے شہر افرین کے متعلق امریکی سیکریٹری خارجہ نے کہا کہ "ہم دیکھتے ہیں کہ کیا ہم آپ کو درکار حفاظتی ضروریات کے لئے محفوظ زون بنانے کے لیے آپ کے ساتھ مل کر کام کر سکتے ہیں۔۔ چنانچہ ہم ترکوں کے ساتھ اور کچھ زمینی افواج کے ساتھ بات چیت کر رہے ہیں کہ کس طرح صورت حال کو قابو میں لا سکیں اور ترکی کی جائز حفاظتی ضروریات کو پورا کر سکیں" (Turk Press, 23/01/2018)۔

- 30 ہزار جنگجوؤں پر مشتمل فوج کے قیام کے اپنے ملک کے فیصلے کے اعلان پر امریکی سیکریٹری خارجہ ریکس ٹلرسن نے کہا کہ ان کا کام "سرحد کی حفاظت کرنا ہے"، جس پر انقرہ بھڑک اٹھا، اور ریکس ٹلرسن کو تبصرہ کے لئے مجبور کیا کہ وہ اپنے سرکاری امریکی جہاز میں موجود اخباری نمائندوں کے سامنے اس بات پر تبصرہ دے کہ "اس کے ملک کا ارادہ ملک شام کی سرحد پر بارڈر سیکوریٹی فورس قائم کرنے کا نہیں ہے"۔ مزید اناطولیہ نیوز ایجنسی کے مطابق امریکہ ترک نیوز ایجنسیوں کو اس امریکی فیصلے کے متعلق وضاحت دے رہا ہے جو ملک شام میں سرحدی سیکیوریٹی فورس کے قیام کی خبروں کے متعلق ہے۔ اس کے متعلق ہیتھر نوارٹ نے بتایا کہ "آپ داعش سے لڑنا چاہتے ہو اور ہم (امریکہ) اسی لیے ملک شام میں ہیں اور یہی وہ بات ہے جس کی سیکریٹری اور دفتر خارجہ کے دیگر لوگوں نے ترک افسران کو یاددہانی کروائی ہے" (Orient Net, 19/01/2018)۔

- پچھلے منگل کے روز، امریکی محکمہ دفاع کے ترجمان ارک باہون نے ترک افسران سے گفتگو کے حوالے سے بتایا کہ اس کے ملک نے ملک شام میں امریکہ کے ذریعہ سرحدی سیکیوریٹی فورس کے قیام کے متعلق ترکی کی تشویش کو تسلیم کیا ہے۔ باہون نے اشارہ دیا کہ اس کا ملک ترکی کے ساتھ لگاتار بات چیت اور قریبی رابطہ میں ہے جو نیٹو کا حصہ بھی ہے۔ باہون نے اپنے جواب میں "جس کو بارڈر سیکیوریٹی فورس سمجھا گیا" کا جملہ استعمال کیا۔آج امریکی سیکریٹری خارجہ ریکس ٹلرسن نے سامنے آکر اعلان کیا کہ امریکہ کا ملک شام

میں سرحدی سیکیوریٹی فورس بنانے کا کوئی منصوبہ نہیں ہے اور اس تعلق سے خبروں پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بات کہی۔ پریس کو دیئے بیان میں مزید اس نے کہا کہ: "اس مسئلہ کو غلط طور سے سمجھا اور پیش کیا گیا اور چند افراد نے غلط طور پر اس کو بیان کیا اور ہم کوئی بارڈر سیکیوریٹی فورس قائم نہیں کر رہے ہیں" (Yenisafak Arabic, 17/01/2018)۔

ان بیانات سے یہ واضح ہے کہ آپریشن "اولیو برانچ" وہ شاخ ہے جسے ترکی نے روس اور امریکہ سے تعاون واشتراک کے ساتھ مل کر اٹھایا ہے۔۔اور 30 ہزار فوجیوں کی فورس کے قیام کے متعلق شروع میں آئے امریکہ کے بیانات افرین ملٹری کارروائی کو جواز فراہم کروانے کے لئے تھے اور امریکہ نے مقاصد حاصل ہو جانے کے بیانات کو تبدیل کر کے ایک طرح کا اِس سے کھلا انکار کر دیا!

4۔ چنانچہ ترک کارروائی امریکی منصوبوں کی خدمت کی خاطر ہے تاکہ ملک شام میں سیکولر نظام کو نافذ کیا جائے۔ جمہوری سیاستدان اردگان کی جانب سے آنے والے بڑے بڑے بیانات کی حقیقت اس بڑے بول سے زیادہ نہیں ہے جس کے ذریعے وہ بھولے بھالے لوگوں کو اپنے پرجوش الفاظ وبیانات سے دھوکہ دیتا ہے جن پر عمل در آمد کبھی نہیں کیا جاتا ہے جیسا کہ پچھلی دفعہ اس نے کہا تھا کہ "ہم دوسرا حاما (حاما سانحہ) پھر سے ہونے نہیں دیں گے" جبکہ بشار حکومت نے ہر شہر اور قصبے میں وہ تباہی پھیلائی جو وہ حاما میں کرنہ سکی۔۔۔اس کے علاوہ اردگان نے دکھاوے کی حرکات کیں جن سے کوئی سنجیدہ عمل ونتیجہ حاصل ہونے والا نہیں تھا، وہ پُرفریب بیانات کے ذریعہ بھولے بھالے لوگوں کو دھوکے میں ڈالتا ہے جیسا کہ اس نے القدس کو یہودی ریاست کا دارالحکومت تسلیم کرنے کے متعلق آئے ٹرمپ کے بیان کے موقع پر اپنا بیان دیا تھا۔ اردگان نے دھمکی دی تھی کہ وہ یہودی ریاست سے اپنے سارے تعلقات ختم کردے گا اگر یروشلم کو اس ریاست کا دارالحکومت تسلیم کیا گیا، لیکن اس نے امریکہ سے اپنے تعلقات منقطع نہیں کیے جس نے اصلاً یروشلم کو دارالحکومت تسلیم کرنے کا فیصلہ لیا تھا اور وہ یہودی ریاست کے ساتھ پورا تعاون کرتا ہے اور اس کے وجود کی بقاء کے لئے تمام ضروریات اس کو مہیا کرواتا ہے تاکہ اس کا وجود قائم رہے۔اس کے علاوہ اس نے فلسطین کے امریکی حل یعنی دوریاستی حل کی تائید وحمایت کی ہے جس کے تحت 80 فی صد فلسطین یہودیوں کو جائے گا اور اس نے اس بات کی حمایت کی کہ مشرقی یروشلم فلسطینی ریاست کے پاس رہے اور مسلمان یہودیوں کے حق میں مغربی یروشلم سے دست بردار ہو جائیں۔ اور یہ کچھ اُس کے علاوہ ہے جو اس نے ملک شام میں کیا اور اب بھی کروائے جا رہا ہے اور اس کی وہ دغابازیاں بھی جس کے سبب روسی اور امریکی دشمن اور بشار حکومت کا وجود آج ملک شام میں مستحکم ہو چلا ہے خواہ یہ غداری حلب کو بشار حکومت کو سونپنے کے متعلق ہو یا پھر ترکی میں امریکی بیس (اڈے) کا افتتاح وآغاز ہو جس کے ذریعہ وہ ملک شام میں مداخلت وحملہ جاری رکھے ہوئے ہے یا پھر ترکی کی فضائی حدود کو ملک شام پر روسی بمباری کے لئے کھولنا ہو یا پھر آستانہ میں میٹنگ کروانا ہو جس میں اس نے مسلح گروہوں کے سربراہوں پر دباؤ ڈالا تاکہ ان کے ذریعہ پہلے سے طے شدہ فیصلے کو وہ تسلیم کریں اور لڑائی کے معرکوں کو ٹھنڈا کریں اور تنازعہ کو کم کریں اور علاقوں سے دست بردار ہوتے جائیں اور بشار حکومت کو وہ علاقے سونپ دیں اور پھر خود ادلیب اور دیگر کئی علاقوں سے دست بردار ہوا اور پھر اب غداری کا یہ تازہ باب ہے جس کا نام "اولیو برانچ" یعنی زیتون کی شاخ ہے تاکہ بشار حکومت کو ادلیب کے اندر داخل ہونے اور وہاں قابض ہونے میں اس کی مدد کرے۔

آخر میں ہم تمام جنگجو گروہوں سے یہ کہتے ہیں کہ اردگان کے افعال سے دھوکہ نہ کھائیں اور ادلیب کو بشار حکومت کے ہاتھوں میں نہ دیں۔اور جو کچھ ان کے ساتھ حلب میں ہوا تھا اس کو بالکل بھی نہ بھولیں بلکہ اس حدیث کو یاد رکھیں جو بخاری نے ابوہریرہؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: »لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ« "مومن ایک سوراخ (بل) سے دوبار ڈسا نہیں جاتا ہے" تو پھر اس کا کیا ہوا اگر وہ بار بار وہاں سے ڈسا جائے۔

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾

"بے شک اس میں یاد دہانی ہے اس کے لئے جو قلب رکھتا ہے اور جو باخبر اور باشعور ہے" (ق:37)

7 جمادی الاولی 1439 ہجری

24 جنوری 2018ء

ختم شد

#خلافت واپس لاؤ:

نبوت کے طریقے پر خلافت کی واپسی کے لیے حزب التحریر کی جدوجہد کا حصہ بن جاؤ

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

28 رجب یومِ سقوط خلافت کی یادمنانے کی عالمی مہم کا حصہ بنتے ہوئے حزب التحریر ولایہ پاکستان نے ملک بھر میں مظاہروں اور بیانات کے ذریعے مسلمانوں سے مطالبہ کیا کہ وہ نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی جدوجہد میں حزب التحریر کے ساتھ مل کر کام کریں۔

ایک ایسے وقت میں جب پوری دنیا میں مسلمان مظالم اور مصائب کا شکار ہیں تو اس بات پر غور کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ کئی صدیوں تک خلافت نے امت کی حفاظت کے لیے ایک ڈھال کا کام کیا، اسے ایک ریاست میں یکجا رکھا اور ان پر اسلام کو نافذ کیا۔ ایک ہزار سال سے بھی زائد عرصے تک خلافت دنیا کی سب سے بڑی طاقت رہی، جب کبھی مسلمانوں پر حملہ کیا گیا تو اس کی افواج نے اُن کی حفاظت کی اور دین اسلام کے نفاذ کے لیے نئے نئے علاقے فتح کیے جس میں برصغیر پاک وہند بھی شامل ہے۔ برطانوی قبضے سے قبل کئی سو سال تک برصغیر نے اسلام کی حکمرانی کے زیرِ سایہ اتنی زبردست ترقی کی جو نہ اس سے پہلے اس نے کبھی کی تھی اور نہ کفر کے نفاذ کے بعد کی ہے۔ خلافت نے مسلمانوں کو امن اور تحفظ فراہم کیا اور رنگ، نسل اور زبان کے فرق کے باوجود انہیں ایک ساتھ بھائیوں کی طرح رہنے کا موقع فراہم کیا۔ خلافت نے اُن لوگوں کو اپنے علاقوں میں خوش آمدید کہا جنہیں خلافت کے باہر دوسرے علاقوں میں ان کے مذہبی عقائد کی وجہ سے ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاتا تھا جیسا کہ عیسائی ریاستوں میں یہودی آبادیوں کو جبر کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ خلافت کی معیشت پوری دنیا کے لیے ایک روشن مثال تھی اور ایسے بھی مواقع آئے جب کوئی زکوۃ لینے والا نہیں ہوتا تھا۔ یورپ کے شہزادے اور شہزادیاں تعلیم کے حصول کے لیے خلافت کی یونیورسٹیوں میں پڑھنا پسند کرتے تھے۔ اور خلافت کی عدالتیں معاشرے میں لوگوں کے رتبے اور مقام سے قطع نظر اپنے تمام شہریوں پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلے صادر کرتی تھیں۔

خلافت صرف امن اور تحفظ کے حصول کا ذریعہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ وہ ذمہ داری اور فرض ہے جس کے متعلق ہم سے یوم آخرت میں سوال پوچھا جائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ صرف اور صرف اسلام کی بنیاد پر حکمرانی کریں، **فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنْ الْحَقِّ** "تو جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا" (المائدہ:48)۔ رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ کی بیعت کو فرض قرار دیا اور اس کے بغیر موت کو بدترین موت قرار دیتے ہوئے اسے اسلام سے ہٹ کر جاہلیت کی حالت میں موت کہا، **مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً** "اور جو کوئی اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں (خلیفہ کی) بیعت (کا طوق) نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا" (مسلم)۔

خلافت کے قیام کی فرض کی ادائیگی کے لیے مسلمانوں کو حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن سے یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ وہ انہیں موجودہ حکمرانوں کی جگہ حکمران بنائے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا، **وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ** "جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو حاکم بنادے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا" (النور:55)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے خلافت کے قیام کے ذریعے ظلم کے دور کے خاتمے کی بشارت بھی دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ** "پھر ظلم کی حکمرانی ہوگی اور اس وقت رہے گی جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر جب اللہ چاہیں گے اسے اٹھالیں گے۔ اس کے بعد نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہوگئے" (احمد)۔

تو خلافت مسلمانوں کے لیے صرف امن اور تحفظ ہی نہیں ہے بلکہ اس کا قیام مسلمانوں پر فرض ہے۔ لہٰذا ایمان والوں کو چاہیے کہ نبوت کے طریقے پر خلافت کی واپسی کے لیے حزب التحریر کے ساتھ مل کر زبردست جدوجہد کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

GLUCOLAB
EASY GLUCO
AW
Medical Store
& Surgical Suppliers

امت کی ڈھال

MOOSA JEE'S
XCLUSIVE KURTA WEAR
MASHAL-E-MADINA
Travel, Tours & Real Agency
NEW WEST
DEALS IN : PERFUMES & COSMETICS
MENZ
امت کی ڈھال
امت کی ڈھال

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز ز اور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابو الرشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس